

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

دوسر اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 25 جون 2013ء بروز منگل بروطابق 15 شعبان 1434ھ۔

نمبر شار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	02
2	رخصت کی درخواستیں۔	05
3	بجٹ 14-15ء پر مجموعی عام بحث۔	05

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا جلاس

مورخہ 25 جون 2013ء بہ طابق 15 ربیعہ 1434ھ بروز منگل بوقت صبح 11 بجھر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب اسپیکر میر جان محمد خان جمالی بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
جناب سپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُتْرُكُنَفْسٌ مَا قَدَّمْتُ لِغَدِيٍّ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ بِمَا

تَعْمَلُونَ ﴿١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَإِنَّهُمْ أَنفُسُهُمْ أُولَئِكَ هُمْ

الْفَسِقُونَ ﴿٢﴾ لَا يَسْتَرُونَ أَصْحَابَ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٣﴾

﴿پارہ نمبر ۲۸ سورۃ الحشر آیات نمبر ۱۷ تا ۲۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہئے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کہ کیا بھیتا ہے کل کے واسطے، اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اور مت ہو ان جیسے جنہوں نے ہھلا دیا اللہ کو پھر اللہ نے ہھلا دیئے انکو انکے جی، وہ لوگ وہی ہیں نافرمان۔ برابر نہیں وزح والے اور بہشت والے، بہشت والے جو ہیں وہی ہیں مراد پانے والے۔ وَمَا عَلَمَنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

جناب اسپیکر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

انجیئر زمرک خان: پاکٹ آف آرڈر۔

جناب اسپیکر: پاکٹ آف آرڈر تو نہیں بتا۔ لیکن وہ آپ نے چیزیں میں میرے سے ذکر کیا تھا۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر آپ بیشک قائد ایوان کے نوٹس میں لے آئیں۔

انجیئر زمرک خان: مہربانی جناب اسپیکر صاحب۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! وَمَن يُؤْنِي رُسْٹی میں جو تحریک کاری کا واقعہ ہوا تھا۔ تو اس طرح کے بہت سے واقعات ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ اس حوالے سے میں صرف اتنا کہوں گا، انسانی ہمدردی کی بنیاد پر، جس طرح آپ نے کہا، وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں اور چیف سینکڑری اور ہمارے یہاں جو یور و کریمی ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سب کے نوٹس میں، جسمیں ہماری بہنیں اور بچیاں جو شہید ہوئیں۔ ڈاکٹر مگسی صاحب اور نرنسین بھی شہید ہوئیں۔ اور ہمارے ایک بھائی عبدا لصبور صاحب C.D کوئٹہ، بھی اس میں شہید ہوئے تھے ڈیوٹی کے دوران۔ اُسکے بارے میں میں صرف اتنا کہوں گا کہ اُسکے دو بھائی ہیں۔ ایک خالد اور دوسرا منصور جمال۔ اور اُسکے چار بچے ہیں۔

سب سے بڑا بیٹا سات سال کا ہے۔ سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ سے یہ request کروں گا کہ پہلے اُنکے بچوں کو جو یہاں جس گھر میں رہ رہے ہیں۔ اس گھر سے ان کو نہ نکالا جائے۔ اور انکا ایک بھائی خالد جو سول ایوی ایش میں ہے دوسرا بھائی forest میں Deputy Director ہے۔ ان میں سے کسی کے نام پر یہ گھر الٹ کر دیا جائے کہ اُنکے بچوں کیلئے، کچھ انکا سر کا سایہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جی اُنکے compensation کیلئے اُنکے ساتھ، سب کے ساتھ وعدہ کرنا چاہیے۔ وہ سارے ہمارے اپنے ہیں۔

یہاں کے بلوچستان کے رہنے والے تھے۔ سب کو دینا چاہیے۔ لیکن اس C.D کیلئے، اُنکے بچے چھوٹے ہیں۔ جو انہوں نے request کی تھی کہ اُنکے جو compensation کا کیس ہے اُسکو جلد سے جلدی کیا جائے اور ایک دوسرا بڑا مسئلہ جو میں discuss کرنا چاہتا ہوں وزیر اعلیٰ صاحب! وہ اس طرح ہے کہ انکا بھائی

جو بھی Project Director Juniper Forest میں Deputy Director ہے۔ اور وہ P.C.S Group میں merge کر کے تو اُنکے لیے ایک اچھی سی تسلی ہو گی۔ کیونکہ یہ ہے۔ اُنکو اگر P.C.S Group میں merge کر کے تو اُنکے لیے ایک اچھی سی تسلی ہو گی۔ کیونکہ یہ State کا کام ہے۔ اور جو بھی اس طرح کا واقعہ ہوتا ہے۔ سب لوگوں کی آنکھیں اسٹیٹ کی طرف ہوتی ہیں۔ تو میری اپنے تمام معزز اکیں سے یہ گزارش ہے وہ ہمارے بھائی ہیں۔ وہ اُنکے ساتھ دیکر، تاکہ اُنکے بھائی منصور جمال کو P.C.S Group میں merge کیا جائے۔ تو آپ سب کی بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب اسپیکر: جی ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): شکر یہ اسپیکر صاحب! شکر یہ زمر ک بھائی! میں سمجھتا ہوں کہ اس پر ہم نے کافی پیش رفت کی ہے۔ اور دوستوں نے شاید اپنی speeches میں بھی بولا ہے۔ عبدالصبور کا کڑ صاحب کیلئے جو ایک P.C.S cader,D.M.G cadres کی جو تمام مراعات تھیں۔ انکو بھی ہم نے approved کیا ہے۔ بلکہ اُس سے ہٹ کر بھی، ابھی ایکڑ فُگر مجھے یاد نہیں۔ لیکن میرے خیال میں 5 million ہم اُسکو Extra rights دے رہے ہیں۔ اور اُسکی جو تنخواہ ہے وہ بھی ملتی رہے گی۔ باقی جہاں تک اُس کے بھائی کو اُسکو مکان دے رہے ہیں۔ اور اُسکی جو تنخواہ ہے وہ بھی ملتی رہے گی۔ اسکے علاوہ ہم Rules and Regulations میں merge کرنے کی بات ہے۔ اسکا ہم جائزہ لیں گے۔ اگر P.C.S Group ہمیں اجازت دیں گے تب اُس پر بڑھیں گے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں This is the one of the biggest package جو ہم نے عبدالصبور کا کڑ صاحب کو دیا ہے۔ اور اُسکے بچوں سے بھی میں خود ملا ہوں۔ بھائیوں سے بھی ملا ہوں۔ اور سیکرٹری صاحب بھی ملے ہیں۔ چیف سیکرٹری صاحب ملے ہیں۔ تو میں اس ایوان کے توسط سے، اسکے علاوہ جو وہاں ہماری بیچیاں شہید ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر نزس۔ ان تمام کے لئے ہم نے package بنایا ہے۔ اور انشاء اللہ جتنا جلدی ہو سکے انکو مل جائے گا۔ اور آپ نے جو point out کیا آپ کی بڑی مہربانی۔ اور مجھے explanation کا موقع ملا۔ یقیناً کا کڑ صاحب کے بچے ہمارے بچے ہیں۔ جو بھی گورنمنٹ آئے گی۔ انکی زندگی بھروسی طرح پروش کریں گی جو ہم اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔

Thank you very much.

جناب اسپیکر: جی۔ چھٹی کی درخواستیں ہیں؟ Thank you

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر! ایسا تھا کہ جب یہ واقعہ ہوا تو میرے خیال سے ایک مذمتی قرارداد۔

جناب اسپیکر: وہ آئے گی ابھی تک۔ زیر بحث آنی ہے۔

جناب نصراللہ خان زیریے: اُسکے بارے میں ابھی تک ہم اُسکے انتظار میں ہیں کہ کیا ہوا۔

جناب اسپیکر: اچھا تھوڑا بیٹھیں، تشریف رکھیں۔ Treasury benches کا تھوڑا، ہمیں اجازت دیں۔ کہ آپ کو بتاتا چلوں۔ ایک تو میں نے قائد ایوان سے گزارش کی ہے کہ ایک treasury benches کا۔۔۔ ہوتا ہے۔ وہ آپ کی قراردادوں کو Coordinat کریں گا۔ پھر آپ اگر قائد ایوان سے بعد میں مل لیں گے تو آپ کیلئے راستہ نکل آیا گا۔ جی قائد ایوان صاحب!

قائد ایوان: چونکہ ہماری کویشن گورنمنٹ ہے۔ اور آپ نے ابھی مجھے بتایا۔ میں نے زیرتوال وال صاحب کو تو convey کیا۔ نواب شاء اللہ صاحب نہیں ہیں۔ اور دوسرے ساتھی نہیں ہیں۔ اُسمیں ہم بیٹھ کر آپ کو جلدی Rules of Business کے مطابق ضروری ہے وہ ہم آپ کو دیدیں گے۔

جناب اسپیکر: جی Thank you اُسمیں راستہ نکل آئیگا۔ وہ آرہی ہے۔ آپ تو اپوزیشن والے ہیں۔ آپ تو خود مختار ہیں اس اسمبلی میں، زور آور ہیں۔ وہ آئیگا آپ کی قرارداد بے فکر ہو جائیں۔ جی کوئی چھٹی کی درخواستیں؟

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: جی، ڈپٹی اسپیکر جناب عبدالقدوس بنجاح صاحب، کوئٹہ سے باہر ہونے کے باعث آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی استدعا کی ہے۔ سردار صاحب محمد بھوتانی صاحب اپنے حلقہ کے دورے پر ہونے کی وجہ سے موجود 23 تا 25 جون 2013ء کے اجلاسوں میں شرکت کرنے سے قادر ہے کی وجہ سے ان ایام کی رخصت منظور کرنے کی استدعا کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواستیں منظور کیجائیں؟ ہاں یا نا میں کچھ کہیں تو وہ ریکارڈ میں آئیگا۔ جی۔ (رخصت کی درخواستیں منظور ہوئیں) جی اور تو نہیں ہیں درخواستیں؟

سیکرٹری اسمبلی: نہیں۔

جناب اسپیکر: اچھا، دوسرے بغیر درخواست کے چھٹی پر ہیں۔ anyway۔ سب سے پہلے ابھی میں فلور دنگا سردار اسلام بنجاح صاحب کو کہ وہ بجٹ 2013، 14 پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

سردار محمد اسلام بنجاح: ظَمِّنَ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ شکریہ اسپیکر صاحب! 2013-14 کا بجٹ ایوان میں پیش ہوا تھا۔ دو دن پہلے آج تو خیر تیساڑاں ہے جس پر بحث و مباحثہ چلی آرہی ہے۔ حکومتی ارکان نے بجٹ کو ایک ثابت بجٹ قرار دیا۔ اپوزیشن نے اسے مسترد کر دیا۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ از کم حکومت یہ سمجھتی ہے کہ بلوجستان کی ترقی کا دار و مدار education پر ہے۔ اور غریبوں کا علاج معالج یا اُنکی جو مصیبتیں ہیں بیماریوں کے حوالے سے وہ health سے منسلک ہے۔ کم از کم اپوزیشن اس بات کو محروس کرے کہ اس گورنمنٹ کی نیت یہ ہے کہ اگر بلوجستان میں Education کو ترقی نہیں ملتی ہے تو بلوجستان ترقی کے منزل پر گامزن نہیں ہوگا۔ education کا مقصد بیٹنگیں بنانا یا اچھے کلاس روم بنانا۔ اچھی کرسیاں یا ڈیسکنیں مہیا کرنا۔ قطعی اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس سے education اچھی ہوتی ہے۔ بد قسمی سمجھیں ہماری بلوجستان کی اس وقت

education کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہم انہائی بُری حالت میں ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے یہی اسکول، بلڈنگ بھی نہیں ہوتی تھی۔ اپنے کلاس روم بھی نہیں ہوتے تھے۔ لیکن ہمارے نجی، ہمارے ٹیچر درخواں کے نیچے بیٹھ کر کسی کے حجرے میں بیٹھ کر بھی اپنے بچوں کو پڑھاتے تھے۔ لیکن آج وہ تمام سہولتیں میسر ہیں۔ اور اس بحث میں بہت بڑی رقم اس کیلئے خصوص کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں سب سے پہلے ہم لوگوں کا کام یہی ہونا چاہیے کہ ہم اپنے سکول کے ٹیچروں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ وہ آکر اپنے بچوں کو تعلیم دیں۔ اس وقت بالکل بے راروی کاشکار ہے۔ کوئی اپنی ڈیوٹی کو، اپنے فرائض منصبی کو سمجھتا ہی نہیں ہے کہ میں اس کیلئے تنخواہ لے رہا ہوں۔ نجی کون ہیں؟ باہر کا کوئی ٹیچر بھی ہم لوگوں کے علاقے میں نہیں ہے۔ نہ کوئی پنجاب کا ہے نہ کوئی کسی اور صوبے کا ہے۔ سب ٹیچر بھی ہمارے، نجی بھی اُنکے اپنے ہیں۔ جس کلی میں اُسکی میرے خیال پوستنگ ہے۔ اگر وہ دیکھا جائے کہ نجی اُسکے اپنے ہیں۔ کوئی بہن کا ہے، کوئی بھائی کا ہے۔ کسی بھائے کا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے ہیں۔ اور ہمارے نجی روز بروز پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ دوسری بات میں وزیر اعلیٰ صاحب کے گوش گزار کر دوں۔ ابھی جو ہماری پوٹشیں education کے حوالے سے، اُس دن وزیر اعلیٰ صاحب نے بولا کہ ہم سارے پلک سروں تھج دیں گے۔ پلک سروں کمیشن کا حال یہ ہے، میں اپنے district خضدار کی کی بات کرتا ہوں۔ 2007 سے ہمارے S.S.T کی سینکڑوں پوٹشیں، ہمارے اسکولوں میں خالی ہیں۔ کوئی S.S.T نہیں ہے۔ آج تک کسی کا انٹرو یو ہوا ہے؟ ہمارے لڑکے آجاتے ہیں انٹرو یو دیتے ہیں۔ انٹرو یو pass کرتے ہیں۔ وائیوا ہوتا ہے۔ پھر کوئی date نہیں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں، 2007 سے 2013 تک کوئی S.S.T یا کم از کم باقیوں کا مجھے پتا نہیں ہے۔ ہمارے خضدار ڈسٹرکٹ میں کوئی appoint ہی نہیں ہوتی ہے۔ اگر یہ تمام پوٹشیں ہم پلک سروں کمیشن کو دیتے۔ آیا اس میں اتنی سکت ہے، اتنی جان ہے کہ وہ ان ساری پوٹشوں پر آدمی لگا سکے؟ اور اسوقت جو پلک سروں کمیشن بلوچستان میں بدنام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں کہیں بھی ایسا نہیں ہے۔ نیب کے کیسز ہیں، اخبارات پر ہیں۔ ابھی ہم اُس سے کیا تو قرع رکھیں کہ وہ ہمیں کیسے ٹیچر مہیا کرے گا۔ وزیر اعلیٰ صاحب اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ یہ پلک سروں کمیشن موجود ہے۔ اس میں یہ جان نہیں ہے کہ وہ اتنی پوٹشوں کو سال میں یا چھ مہینے میں ان پر بندے لگادے۔ یہ کرسی اہمیت کی حامل ہے۔ education کی، افسوس ہے کہ آج Education Secretary کی ہتاوں کے وہاں چار مہینے سے E.D.O position کی education میں اپنے District کی ہتاوں کے وہاں چار مہینے سے

Education کوئی نہیں ہے۔ Female E.D.O نہیں ہے۔ ایک آدمی D.O یہاں کوئی point کر کے خضدار بھیجا گیا۔ خضدار کی حالت یہ ہے کہ وہاں کے لوگ وہاں سے بھاگ رہے ہیں۔ لبیں یہ E.D.O صاحب یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ صبح یہاں سے گیارہ بجے کوچ میں بیٹھ کر وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ دو، تین بجے دفتر میں بیٹھ کر سرکاری --- مہینے میں ایک دفعہ۔ اس طرح education کو ہم کس طرح صحیح کر سکتے ہیں؟ اس کیلئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا سیمینار ہونا چاہیے۔ بحث و مباحثہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنے اور یہ جو یومنیں بازی ہے خاص کر ایجوکیشن کے حوالے سے۔ یومنیں والوں سے بات کرنی چاہیے۔ اسوقت ٹیچروں کی تھخواہیں، مراعات۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ پُرانے زمانے کی ہیں۔ اچھی انکو تھخواہیں ملتی ہیں۔ اُنکی عزّت ہے۔ اُنکا مقام ہے۔ لیکن یہ کہ وہ ڈیوٹی کا پابند نہیں ہیں۔ یا تو انتظامیہ کو ان حوالے سے involve کیا جائے۔ ایم پی ایز حضرات، اگر ہم اپنے حلقوں میں جاتے ہیں۔ ہم اسکولوں پر چھاپے ماریں۔ کلی والوں سے پوچھیں کہ بھی کون سا ٹیچر ڈیوٹی پر آرہا ہے، کون نہیں آرہا ہے۔ تو اس حوالے سے میں کہتا ہوں ہم اپنی پیسہ رکھنا اور دنیا کو یہ بتانا کہ ہم نے اتنا پیسہ رکھا ہے۔ یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ جب تک ہم اپنے، جو اساتذہ ہیں۔ جو ٹیچر ہیں ہمارے لیے محترم ہیں۔ قبل احترام ہیں۔ لیکن انکو یہ پابند کیا جائے کہ وہ اسکولوں میں آ کر ڈیوٹی دیں۔ یہ جو ہم لوگوں نے ایک بہت زیادہ تحریک شروع کی ہوئی ہے۔ دوسرے ڈیپارٹمنٹوں کے پیسے کاٹ کر Education کو دیا جاتا ہے تاکہ بلوجستان میں صحیح ہو۔ اگر یہ نہیں ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں یہ ہم لوگوں کے پیسے کا بھی ضیاء ہے۔ اور لوگ ہم پر شک و شبہ کا اظہار کریں گے۔ health بھی اسی طرح education کے تقریباً برابر ہے۔ ہمارے اسپتاں میں ہر جگہ ڈاکٹر ہے۔ کوئی ڈیوٹی پر نہیں ہے۔ اکثر ڈاکٹر جو ہمارے ڈسٹرکٹوں سے ہیں۔ ہمارے کوٹے پر، جو ڈسٹرکٹ کا کوٹہ ہے۔ اُس پر وہ لٹکر آ جاتے ہیں۔ admission ہوتا ہے بولان میڈیکل کالج میں یا کہیں۔ وہ جب ڈاکٹری پاس کرتے ہیں۔ تو یہ سارے کوئی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جائے کہ بھی آپکے ڈسٹرکٹ کا کوٹہ ہے۔ آپ جائیں اپنے district میں۔ آپ کم از کم نوکری کریں۔ ہمارے لوگوں کی خدمت کریں۔ ہسپتال ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہمارے پاس ڈاکٹر نہیں ہیں۔ ایکبوالیں ہیں۔ اکاؤنٹا ڈاکٹر انکو غلط use کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایجوکیشن، ہیلٹھ کے حوالے سے ہمیں کوئی compromise نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں اس سے بالاتر ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں جو فرمایا تھا کہ اگر ہم 60,65 آدمی خود ٹھیک ہو جائیں۔ سارے ٹھیک ہو جائیں۔ ہم کم از کم اسکی سفارش نہ کریں۔ کسی ٹیچر کو اگر

غیر حاضری کی بنیاد پر نکالا جاتا ہے یا کسی ڈاکٹر کے خلاف action لیا جاتا ہے۔ ہم کم از کم اُس پر مداخلت نہیں کریں کہ میرا رشتہ دار ہے۔ میرا ہمسایہ ہے۔ اگر یہ ہم نے نہیں کیا تو یقیناً health اور education اچھی راہ پر چلیں گے۔ اگر لیکچر ایک بہت ہی اہم department ہے۔ اور اس وقت اگر لیکچر میں، میرے خیال میں بلوچستان کا سب سے بڑا ڈپارٹمنٹ ایگر لیکچر ہے۔ اس میں ہمارے ساتھ، ستر 20-19 گریڈ کے افریزیں۔ لیکن آپ یقین کریں میں اپنے district کے حوالے سے کہتا ہوں آج تک کسی بھی ایگر لیکچر کے کسی افسر نے یہ تکلیف نہیں کی ہے کہ کسی گاؤں میں، کسی دیہات میں جائیں۔ بیماریوں کی نشاندہی کریں۔ ہماری جو فصلات پر بیماریاں ہوتی ہیں۔ ہمارے جو میڈیکل استورز پر جودو ایساں یکتی ہیں یعنی زہر۔ جو بکتی ہے وہ بھی expiry ہے۔ اور استوروں میں لوگ جاتے ہیں ابھی لوگ کیا کرتے ہیں؟ وہ جاتے ہیں لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ بھی آپ نے کوئی دوائی استعمال کی جو آپ کی فصل تھی؟ میں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ جناب اسپیکر صاحب! اس سے لوگ اپنی فصلوں کا اعلان کرتے ہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے۔ ڈاکٹر نہیں ہے۔ حالانکہ P.H.D doctor بھی میرے خیال میں ایگر لیکچر میں ہوئے۔ لیکن آج تک کسی نے یہ تکلیف نہیں کی ہے کہ وہ جا کر زمینداروں کو صحیح معنوں میں guide کریں۔ انکو تج کے استعمال کا طریقہ بتائیں۔ نئے تج آئے ہوئے ہیں۔ ہم وہ دکیانوں کی پرانے تج استعمال کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایگر لیکچر خصوصاً بلوچستان میں ایک ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس حوالے سے جب تک ہم اپنی ایگر لیکچر کو موثر نہیں بنائیں گے۔ مفت میں اربوں روپے اس پر خرچ ہو رہے ہیں۔ لیکن اسکا فائدہ بلوچستان کے زمینداروں کو یا بلوچستان کے لوگوں کو بالکل نہیں مل رہا ہے۔ آپ جس بھی سیکٹر کو، میں ذکر نہیں کروں گا۔ livestock کو لے لیں یادوں کے کو۔ جس سیکٹر کی آپ بات کر رہے ہیں وہ تباہ و بر باد ہو چکا ہے۔ اس وقت کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ صرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے افسران، ہمارے وزراء، ہم سب بیہاں پیں سیکٹر بیٹ آپ جائیں۔ جب وزارتیں ملیں گی۔ ادھر یعنی پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ کسی بھی سیکٹر کے دفتر میں جائیں تو پائچ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ دس آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ادھری چکریں لگاتے رہتے ہیں۔ اور نہ ہمارے افسر جاتے ہیں۔ نہ ہمارے وزراء جاتے ہیں کیونکہ بلوچستان کے کچھ علاقوں ایسے ہیں۔ اور حالات بھی ایسے ہیں حقیقتاً وہ جا بھی نہیں سکتے۔ آواران ڈسٹرکٹ کی میں بات کروں۔ پنجوں کی میں بات کروں۔ خضدار کی، ابھی خضدار ایسا ایک district بن گیا ہے تو آپ کسی افسر کو، کسی دوست کو بولو یا آپ خضدار جائیں۔ D.C ہو جائے، S.P ہو جائے۔ وہ پہلے ہاتھ جوڑے گا۔ یا ر مجھے خضدار نہیں بھیجیں۔ تو کیوں؟ یہ کام

اُسوقت کر سکتے ہیں جب آمن و امان کی حالت صحیح ہو۔ آمن و امان اسوقت نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہماری جو پولیس ہے۔ ہماری جو لیویز ہے۔ انہوں نے ہاتھ باندھ لیا ہوا ہے۔ کوئی ڈیوٹی، کوئی کام۔ اسوقت میں خضدار کی بات کر رہا ہو۔ ہمارے پاس 14 سے 15 سولیویز کے سپاہی ہیں۔ پولیس کو چھوڑ کر۔ وہ پندرہ سولیویز کدھر ہیں؟ کسی کو پتا نہیں۔ کوئی ڈیوٹی نہیں ہے۔ جو افسر صاحبان ہیں یا تو انکے گھروں میں وہ کام کرتے ہیں یا وزراء، جو MPA's کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک آتا ہے کہ جی مجھے آزاد کرو۔ بھی کس بات پر کیوں آزاد کریں۔ آپکو 26 ہزار روپے تاخواہ ملتی ہیں۔ یہی لیویز تھی۔ یہی فورسز تھیں۔ ٹھیک ہے حالت خراب ہے۔ لیکن یہ جو چور ڈاکو ایکٹ نہیں پکڑ سکتے؟ میں سمجھتا ہوں دلچسپی ختم ہو گئی ہے۔ افسرا پنے سے، ابھی آواران ڈسٹرکٹ ہے۔ اگر یہاں سے میں message کر دوں کہ جی کل ہڑتال ہے۔ سب سے پہلے ڈپٹی کمشنر اپنا دفتر بند کر دیتا ہے۔ اگر یہ حالت ہو جائے تو اس صوبے میں کوئی ترقی ہو گئی نہ وہاں اسکول بنیں گے۔ نہ صحت کے حوالے سے کوئی ترقی ہو گئی۔ سب سے پہلے ہمیں آمن و امان پر توجہ دینی چاہیے۔ یہ ایک بہت بڑا چیخنگ ہے۔ گوہ اس پر کچھ ایسی چیزیں جن کو ہم لوگ قابو کر سکتے ہیں۔ بعض ایسی چیزیں جو ہمارے لب میں نہیں ہیں۔ میں الاقوامی اداروں کی interference ہے یا مرکزی گورنمنٹ کی۔ اور کچھ ایسے جن پر ہم کم از کم جو حکومت ہی قابو پاسکتی ہے۔ اُس طرف ہمیں خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ پھر جا کر یہ جو ایکیم۔ یہ جو بجٹ۔ جو کچھ ہو گا وہ اسوقت مکمل ہو گا جب آمن و امان ہو گا۔ جب یہ چیزیں نہیں ہو گئی۔ اب آواران میں آپ سارا بجٹ بلوچستان کا دیدیں۔ کون کام کرے یا کونسا ٹھیکیڈار جائیگا۔ کونسا افسر ادھر جائیگا۔ کون وہاں جا کر اسیمیٹیشن بنایا گا۔ کون جا کر کام دیکھے گا؟ میں کہتا ہوں کچھلی گورنمنٹ میں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بجٹ کے 10 فیصد بھی آواران ڈسٹرکٹ میں خرچ نہیں ہوئے ہیں۔ کیوں؟ وہاں کوئی اور سیر جا سکتا ہے۔ نہ۔۔۔ جا سکتا ہے۔ نہ کوئی چینگ ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ اپنے حرم و کرم پر ایکسیٹن یا افسر بیٹھے ہوئے ہے پیدا میں۔ وہاں سے ایکبی کرتے ہیں۔ وہاں سے چیک دیتے ہیں۔ کام کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیئے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ side by side کی وجہ سے جو ہم نے پیسے رکھے ہوئے ہیں education میں، health میں، agriculture میں، livestock میں۔ ہر چیز میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان پر عملدرآمد اسوقت ہو سکتا ہے جب ہمارا آمن و امان کا مسئلہ حل ہو جائے۔ جو بجٹ پیش ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت بھی اچھا بجٹ ہے۔ اور اسوقت جو لوگ

ہیں، جو سول سو سال تیز ہیں جو باہر کے لوگ ہیں جو بازار میں۔ اُنکے ذہن میں بھی ہے کہ یہ ایجوکیشن کے حوالے سے، ہیلتھ کے حوالے سے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت اچھا بجٹ ہے۔ پہلے جو MPA's کو ملتا تھا۔ ابھی یہاں دو باتیں چل رہی ہیں۔ ایک تو ہمارے نواب صاحب کی گورنمنٹ تھی۔ ایم پی اے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ ان کی جیب میں جاتے تھے۔ وہ اسکیوں کو۔۔۔ کرتا تھا کہ یہ اسکیوں ہیں۔ ابھی اُس پر تینوں کی بات ہے کام کے حوالے سے۔ اگر کوئی ایم پی اے چاہتا تھا کہ میرے علاقے میں کام ہو۔ انکا کام ہے۔ اسکا نتیجہ بھی اُسکو مل گیا۔ جنہوں نے کام نہیں کیا تو اسکا نتیجہ بھی انکو مل گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کام نہیں کیا ہے۔ پیسوں کا غبن کیا ہے یا جو کچھ کیا۔ میں کسی کے اوپر بچڑھنہیں اُچھالنا چاہتا ہوں۔ لیکن ابھی جو ہم لوگوں نے اپناوزیر رکھا تھا information کا۔ وہ صحیح معنوں میں میدیا کو، لوگوں کو بتانہ سکا کہ بھتی یہ کیا ہے۔ جب میدیا والے آتے تھے کہ جی یہ تو 25 کروڑ، 30 کروڑ روپے ایم پی ایز کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہ کہ ہم اُسکو صحیح معنوں میں تشریع نہیں کر سکیں۔ ہم لوگوں کو بتانہیں سکیں کہ یہ کیا ہے۔ یقیناً یہ جو ایم پی اے صاحبان اسوقت بھی تشریف رکھتے ہیں۔ انکی بھی بھی کوشش ہو گی کہ بھتی ہمارے علاقے میں۔ مجھے پتا ہے کہ جی میرے علاقے میں کس چیز کی ضرورت ہے۔ ہسپتال کی ضرورت ہے۔ واٹر سپلائی کی ضرورت ہے۔ تو انکی بھی کوشش یہی ہو گی کہ ہم ایسی چیزوں کی نشاندہی کریں۔ تاکہ وہاں لوگ اُس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ ابھی ایک جگہ پر ہسپتال کی ضرورت نہیں ہے۔ میں وہاں خواہ مخواہ کمرے بناؤں۔ واٹر سپلائی کی جہاں تک بات ہے۔ پہلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا اسوقت بڑا ہم مسئلہ ہے۔ وہاں دو طریقے کے کام ہوتے تھے واٹر سپلائی کے حوالے سے۔ ایک ہوتا تھا کہ ہمارے لوکل بور لگاتے تھے۔ وہ جو کمیونٹی کا، اگرچھوٹا گاؤں ہے۔ جسمیں چالیس، پچاس families رہتی تھیں۔ وہ بور لگاتے تھے۔ اُس سے اسامپ پیپر لکھ کر لیتے تھے کہ یہ سرکاری بور ہے۔ کسی کا ذاتی نہیں ہے۔ آپ اس کلی کو پانی دینے گے۔ جو پانی extra ہوگا۔ آپ اس سے اگر زمینداری کرتے ہیں ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اُن لوگوں کو پانی دیں گے first۔ وہ با قاعدہ لکھ کر لیا جاتا تھا۔ اگر وہ مشین اسکی سمسیل یا اُسکے ٹرانسفر مریں خرابی ہوتی تھی۔ وہ اُس آدمی کی ذمہ داری تھی۔ ابھی اگر یہی پیسے جو واٹر سیکٹر میں ہیں۔ واٹر سپلائی کے حوالے سے ہم لوگوں نے رکھے ہیں۔ اگر یہ ہم پہلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو دیں گے۔ ہمارے پاس ایسے چیف انجینئر اسوقت سیکرٹری level، XEN ہے۔ انہوں نے واپڈا کیسکو کو لکھا ہے کہ جی فلاں جگہ واٹر سپلائی کیلئے ٹرانسفر مر آج تک نہیں ملا ہے۔ جب آپ یہ پیسے دیں گے پہلک ہیلتھ کو۔ وہ اپنے طریقہ کار کے مطابق کام کریگا۔ وہ نہیں بولے گا لوکل گورنمنٹ کو۔ اگر ایک بور آپ لگائیں گے۔ وہ کم از کم آپ کو چالیس سے

بچپاس لاکھروپے میں پڑیگا۔ آپ زیادہ سے زیادہ جو آپ کو ایک کروڑ یادو کروڑ پر، جس حلقے کیلئے، جس ایریا کیلئے ملتے ہیں۔ وہ کبھی پورے نہیں ہونگے۔ میں کہتا ہوں لوکل بورجو تھے جس طریقے سے۔ ہاں اُنکے لئے یہ کریں کہ اُنکو ہم بھلی دینے بجائے سول اندر جی پر لے آئیں۔ اگر وہاں سے ایک بور لگا دیا۔ کلی کے حوالے کر دیا۔ سول رسمیم یا کم از کم جودو، چار، پانچ گھنٹہ اسکو پانی مل جاتا ہے بڑی چیز ہے۔ لیکن اگر یہ ہم لوگوں نے کیسکو کے حوالے کیا۔ اُس سے ہم لوگوں نے کہا کہ آپ اس کو بھلی کا کنکشن دیدیں۔ آپ ہمیں ٹرانسفار مردیں۔ یہ کبھی ہونہیں سکتا ہے۔ اور جہاں تک بھلی کی بات ہے۔ اسوقت ہم نے بچپلی گو نمنٹ میں میرے خیال میں ہمارے پاس کویت فنڈ بھی تھا۔ اور ہم نے اپنے فنڈ سے بھلی کے حوالے سے کافی پیسے لگا دیئے۔ لیکن آپ یقین کریں کہ بھلی کے ایک کھبے کے لئے جو ہم سے پیسے لیتے ہیں۔ وہی کھبما، سرانان میں آپ جائیں۔ آپ کو اگر پندرہ ہزار میں ملتا ہے۔ وہ آپ کو کیسکو جا کر پینٹا لیس، بچپاس ہزار میں ایک کھبادیتی ہے۔ وہی ٹرانسفار مر جو بازار میں آپ کو ایک لاکھروپے میں ملتا ہے۔ وہ آپ کو ساڑھے چار کروڑ روپے میں، یہ خاص کروزیری علی صاحب اسکونوٹ کریں۔ کیسکو کے ساتھ ایک مینگ کریں۔ بلکہ Federal Minister کو کہ بھئی آپ آ جائیں۔ اپنی مرضی سے وہ rate لگاتے ہیں۔ اتنے جی ٹرانسفار مر کا۔ اتنے کھبے کا۔ اتنے تار کا۔ اور یہی تار، یہی سامان بازار میں ملتا ہے۔ لوگ وہی لگاتے ہیں۔ اگر ہم لوگ پیسے کیسکو کو دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت بڑی رقم ہم لوگوں کی اس طرح چلی جاتی ہے۔ جبکہ کسی کو پتا ہی نہیں چلتا ہے کہ جی ہم لوگوں نے کتنے پیسے دیئے۔ کتنے اُس نے کھبے لگائے؟ کوئی اُنکے پاس اتنا بڑا اسٹاف نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن سے پہلے بات کیجائے۔ تاکہ جو پیسے آپ کم از کم کیسکو میں دیں گے۔ تو اسکو یہ پابند کیا جائے کہ سال کے اندر اندر آپ جن علاقوں میں بھلی کے کھبے لگائیں گے۔ آپ اُنکو complete کریں۔ اس طرح بھی ہے چار، چار سال سے لوگوں نے پیسے جمع کیئے ایم پی ایز نے۔ ابھی تک اُنکے علاقوں میں بھلی نہیں گئی ہے۔ سر! ہاؤسگ کے حوالے سے میں کچھ عرض کروں کہ ہمارے پاس بلوجستان میں تو ایسی کالونیاں ہیں۔ ایک ہے وحدت کالونی۔ بہت بڑی کالونیاں ایوب خان کے زمانے میں بنائی گئی تھیں۔ اُنکی حالت ایسی ہے۔ کسی کوارٹر میں اگر آپ جائیں۔ چھوٹا کوارٹر ہے۔ دو کمروں کا، تین کمروں کا۔ جسمیں ہمارے چیڑا سی رہتے ہیں۔ جسمیں ہماری لکر برا دری رہتی ہے۔ اُنکی حالت اتنی خستہ ہو چکی ہے کہ کسی کا سر یا نظر آتا ہے۔ کسی کے پتھر گرتے ہیں۔ اُنکے پلستر بھی اکھڑ چکے ہیں کم از کم تیس، چالیس سال اُنکے ہو گئے ہیں۔ اُنکے لئے repair کا پیسہ بھی نہیں ہے۔ ہم نے بچپلی گو نمنٹ میں ایک تجویز پیش کی تھی۔ کہ جو ملازم اگر بیس، تیس سال سے اُسی کوارٹر میں رہتا ہے۔ اگر اُنکی کوئی قیمت لگا دیں۔ موجودہ قیمت نہیں

جو آج کل ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں وہ فیصلہ قیمت وہ ادا کر چکے ہیں۔ اگر یہ انوالات کردیں اُنہی کے نام پر۔ وہ خود اپنا repair کر دیں۔ ابھی وہ repair نہیں کرتے ہیں کہ سرکاری کوارٹر ہے۔ سرکار کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اور جو انکی بُری حالت ہے۔ کسی وقت بھی آپ سن لیں گے کہ ان کا لوئیوں میں بہت بڑے حادثے بھی ہوں گے۔ بچے اور عورتیں اور بھی، میرے خیال میں خستہ حالی کی وجہ سے۔ یا تو گورنمنٹ انکو کچھ پیسے دیدے یا انی ہاؤسگ اسکیم بنائے یا انکی repair کا بندوبست کرے۔ کیونکہ یہ لوگوں کا بہت بڑا مطالبہ ہے۔ وحدت کا لوئی جو کوئی میں ہے۔ ایک کا لوئی خپدار میں، لوئالیٰ وغیرہ کا مجھے پتا نہیں ہے۔ وہاں اس طرح کی کوئی اسکیم ہے یا نہیں۔ یہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ جو عام غریب لوگ لکر جیسے ہمارے دوسرا چھوٹے موٹے اسٹاف کیلئے ہے۔ انہی الفاظ کے ساتھ اپنیکر صاحب میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور جو میں نے گزارشات کیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب اور دوسرے ہماری کابینہ کے دوست بھی ہمدردی پر غور کریں گے۔ تاکہ یہ عوامی مسئلہ حل ہو۔ آپکا بہت شکریہ۔

جناب اپنیکر: شکریہ سردار اسلام بن جو صاحب۔ جی حاجی گل محمد مژہب صاحب!

جناب گل محمد خان وزیر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اپنیکر! سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ ڈاکٹر عبد المالک صاحب کو بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ بتاتا چلوں کی ہم جمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں۔ تقدیم برائے تقدیم نہیں بلکہ اصلاح کی انشاء اللہ بات کریں گے۔ جناب اپنیکر! بجٹ کا اگر سرسری جائزہ لیا جائے تو اُس میں بہت سی خامیاں ہیں اور خوبیاں بھی ہیں۔ لیکن ایک بات خوش آئندہ ہے کہ جو تعلیم کیلئے خطیر رقم رکھی گئی ہے 135 ارب روپے۔ اور صحت کیلئے 15 ارب 23 کروڑ روپے۔ امن و امان کیلئے 16 ارب روپے رکھے ہیں۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان تینوں sectors کی کارکردگی بہتر نہیں ہے۔ آپ تعلیم کو لیں۔ ہمارے بلوچستان کے اکثر اڑکے پنجاب میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہاں کوئی اچھا ادارہ نہیں ہے۔ دیہات میں آپ جا کر دیکھیں، اساتذہ مہینے کے بعد جا کر اپنی حاضری لگاؤ کر انتخواہ وصول کر لیتے ہیں۔ اسکوں بند پڑے ہیں۔ اور یہ اکثر دیہات میں، میں نے خود جا کر اسکوں دیکھے ہیں۔ تو یہاں تعلیم کے شعبے میں انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ کہ ان پر سختی کریں۔ کیونکہ ہمارے بچے اکثر انکی بنیاد بالکل ختم ہو چکی ہے۔ اور سارے ہمارے بچے اسکوں میں جا کر اکثر میں نے دیکھا ہے کہ نقل کرتے ہیں۔ کئی اسکوں کی بائیگن نہیں ہے۔ کئی اسکوں میں ٹاٹ تک نہیں ہے۔ اور پھر آپ بتائیں کہ ہمارے بچے بلوچستان کے، اور پہلے سے ہم دوسرے صوبوں سے بہت پیچھے ہیں۔ اور پھر ہم ان بچوں کا مقابلہ اپنی سن کے بچوں کے ساتھ کیسے

کر سکتے ہیں؟ صحت، ہمارے ہسپتا لوں میں دوائی نہیں ملتی۔ مریض بیچارے وہاں دم توڑ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر بھی غیر حاضر ہتے ہیں۔ اور سرکاری دوائی میڈیکل اسٹوروں میں کمکتی ہے۔ میں نے خود ہسپتاں کی دوائی میڈیکل اسٹور سے ملی ہے۔ اور وہ بھی دنبر۔ ڈرک انسپکٹر جا کر مہینے کے بعد اپنی monthly لے کروالپس آ جاتے ہیں۔ کوئی خُدا تری نہیں ہے۔ انسانیت نہیں ہے۔ ہمارے علاقے خاص کر لوار الائی، سنجاوی، ژوب یا زیارت کے لوگ اکثر علاج معالجہ کیلئے ملتاں جاتے ہیں۔ یہاں کوئی اچھا ہسپتاں نہیں ہے۔ اگر ہے تو اُس میں صفائی بھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر غیر حاضر ہتے ہیں۔ تو میری وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش یہ ہے کہ کم از کم تعلیم اور صحبت کے شعبے میں تختی ہونی چاہیے۔ تاکہ ہمارے ہسپتا لوں میں صفائی ہو اور دوائی غریبوں کو مفت ملیں۔ اور آمن و امان کا جو مسئلہ ہے۔ ہمیں ٹارگٹ کنگ اغوا برائے تاوان، مسخ شدہ لاشیں تختے میں مل رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے میری یہ گزارش ہے کہ بلوچستان میں اگر آمن ہو گا تو یہاں ترقی آئے گی۔ اگر آمن نہیں ہو گا۔ تو یہاں جتنی مرضی آپ کوشش کریں یہاں ترقی نہیں آ سکتی۔ میری یہ تجویز ہے کہ سیاسی پارٹیوں پر مشتمل ایک کانفرنس بُلائیں۔ اور ان سے بات چیت کریں۔ انکا حل ڈھونڈیں۔ جن کے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں بلوچ بھائیوں کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ اُنکے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات کریں۔ اور نواب اکبر خان بیگٹی کے جوقاتل ہیں اُنکو گرفقاہ کیا جانا چاہیے۔ تاکہ جو اشتغال ہے ہمارے بلوچ بھائیوں میں وہ کم از کم ختم ہو۔ (ڈیک بجائے گئے) ابھی، 14، 15 جون کورات کے ایک بجے، زیارت جو قائدِ اعظم کا آخری آرام گاہ ہے۔ زیارت ریزیڈنسی میں بم دھماکے ہوئے ہیں۔ اور نامعلوم افراد نے۔ اُنکے بعد ایک پولیس سپاہی Rest House سے نکلا۔ اک Rest House سے اُس پر بھی گولی چلانی گئی اسکا نام طاہر تھا۔ وہ شہید ہوا اور 15 جون کو پھر یہاں کوئی نہیں میں دومن یونیورسٹی میں بم دھماکہ ہوا اور 14 اکٹیاں شہید ہو گئیں۔ جب زجی بچیوں کو بی ایم سی ہسپتاں لایا گیا تو وہاں ایک اور بم دھماکہ ہوا جس میں عبدالصبور کا کڑڑی سی کوئٹہ اور پچھا ایف سی کے جوان شہید ہوئے تو ہم اُنکی پر زور ندمت کرتے ہیں۔ اس طرح کے حالات اگر یہاں جاری رہے تو پھر آمن نہیں ہو سکتا۔ آمن یہاں لانا چاہیے۔ زراعت کیلئے آپ نے سب سیڈیٰ نہیں رکھی۔ پنجاب میں کھاد وغیرہ پر سب سیڈیٰ دی جاتی ہے یہاں سب سیڈیٰ دی جائے۔ ہمارے علاقے میں خاص کر زیارت اور سنجاوی میں سیبوں کے بڑے بڑے باغات ہیں لیکن عالمی منڈی تک اُنکی رسائی نہیں ہے۔ نہ وہاں کوئی سرکاری tourism والوں نے کچھ نہیں کیا اور مری میں جا کر انہوں نے جتنا کام کیا ہے میرے خیال میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اربوں روپے وہاں لگوائے۔ تو ڈاکٹر صاحب! میری آپ

سے گزارش ہے کہ آپ tourism والوں سے کہیں کہ زیارت میں سیر و تفریح کیلئے آنے والوں کیلئے کام کریں۔ وہاں کوئی فنڈر زو غیرہ دیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ سب کو ایک جیسے فنڈر میں گے لیکن آپ نے آتے ہی پی ایس ڈی پی کو بلاک ایلوکیشن میں ڈال دیا۔ یہاں بیٹھے ہوئے عوامی نمائندوں کو اعتماد میں لیکر بجٹ ترتیب دیتے۔ اپنی سیب یہاں آنے کی وجہ سے زمینداروں کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ سول سسٹم ٹیوب ویلز زمینداروں کو آسان اقسام پر یاسپسیدی یا جس طریقے سے بھی ہو آپ ان پر خاص مہربانی کریں۔ زیارت میں ایک کیڈٹ کالج بنایا جائے۔ سخاوی میں ایک گرد اسٹشن کیلئے وفاقی حکومت سے کہیں کہ وہ بنادے تو ہم آپ کے متفکر ہوں گے۔ یہاں کے دور راز علاقوں میں سروے کر کے گیس پہنچائی جائے۔ ڈیرہ غازی خان اور لور الائی کی شارع کو دس سال ہوئے ہیں وہ ابھی تک نہیں بن رہی ہے این اتنچاۓ والے کام نہیں کر رہے ہیں۔ ان سے بھی اس بارے میں کہیں۔ میں دو دفعہ ایم این اے اور اس دفعہ ایم پی اے بناء ہوں اور میں نے ایک ایک پائی عوام کے مفادات کیلئے خرچ کی ہے۔ شکریہ جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی رحمت صاحب۔

جناب رحمت علی بلوج: جناب اسپیکر! جمال شاہ کا کڑ صاحب سابق اسپیکر بیٹھے ہیں انکو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ انہوں نے حکومت اور اپوزیشن پیشوں کو balance کر کے ایک مثالی کردار ادا کیا تھا۔

جناب اسپیکر: اس سے پہلے بھی وہ یہاں تشریف لائے تھے اُس وقت بھی ہم نے انکو welcome کیا تھا۔ اور ہر وقت ہم welcome Parliamentarians کریں گے کیونکہ یہ اُنکا گھر ہے۔ آج انشاء اللہ دوپہر کا کھانا یہاں ہوگا اور complete speeches کریں گے۔ جی محمد خان شاہ ہوائی

صاحب! please take the floor!

نواب محمد خان شاہ ہوائی (وزیر): ظمِ اللہ الرَّحْمَن الرَّحِیْم۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب! 14-2013ء کا بجٹ ڈاکٹر صاحب اور انکی team نے اس کم وقت میں اور ایک بہت بہتر انداز میں ترتیب دیا اُس کیلئے انکو خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں۔ اور اس عوام دوست بجٹ کو پیش کرنے پر مبارباد بھی پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ بنیاد بجٹ ہے جس کے سہارے اور جس کے ذریعے سے سب نے آگے چلتا ہے اور یہ سب کچھ عوام کیلئے ہیں۔ اسلئے کہتے ہیں کہ ایک مُٹھی خاک پہن کر دنیا ہو گئی۔ تو بہر حال بنیاد عوام ہے، عوام کیلئے ہے، اُنکے مسئللوں کے حل کیلئے ہے۔ اُنکی پریشانیوں کو دو کرنے کیلئے ہے۔ دونوں سے ہمارے اراکین اسمبلی نے تمام مسائل جو عوام کو درپیش ہیں اُن پر سیر حاصل بجٹ کی ہے۔ اور سیاسی ساتھیوں کی طرف سے یا سابقہ دور یا موجودہ دور کے اُن پر

سیر حاصل بحث کی ہے اور تمام تر مسائل کو ہمارے سامنے رکھا گیا ہے، یہ بہت اچھا بحث ہے اسیں کوئی شک نہیں ہے۔ تعلیم سب سے زیادہ ضروری ہے جس کے لئے پہلے سے زیادہ بہتر انداز میں بحث میں اچھی خاصی رقم رکھی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو چیز ممکن ہے وہ تو ہو سکتی ہے اسیں مشکل ذرا پیش آ سکتی ہے۔ لیکن ممکن ہے، جیسے ہمارا بحث ہے ڈاکٹر صاحب نے بڑھادیا ساتھیوں اور اتحادیوں کے مشوروں سے اور تجاویز سے اور وقت کے تقاضوں کو منظر رکھتے ہوئے سب نے اسکو apprecciate بھی کیا اور پسند بھی کیا۔ لیکن سب سے جواہم بات ہے، ہمارے ساتھیوں نے اُسکا ذکر بارہا کیا ہے ہم بھی اُسی کا ہی ذکر کر یہ گئے کہ بحث پیش ہو گیا آگے چل کر اس امانت کو جو عوام کیلئے رکھا گیا ہے اس امانت کو صحیح اور ٹھیک طرح سے اور صحیح اور ٹھیک جگہ پر پہنچانا اُسکو گانا اور اُس پر عملدرآمد باقاعدہ ایمانداری سے کروانا، یہ اُس بحث کے بنانے سے بہت زیادہ مشکل کام ہے۔ کہ تمام تر مشکلوں کو جو درہم ہیں انکو ٹھیک کرنا۔ اور اس کم وقت میں یہ اُس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے جو اس challenge کو شروع کر کے آگے لے جانا ہے۔ کس طرح کرنا ہے یہ سلسلہ؟ کس طرح اس پر عملدرآمد کروانا ہے؟ کس طرح مکمل ایمانداری سے ہمارے اراکین اسمبلی اور ہماری پیور و کریسی تاکہ آخوندک وہ کام جیسے ڈاکٹر صاحب نے سوچا ہے، جیسے ہمارے ساتھیوں نے سوچا ہے کہ اس طرح ہونا چاہیے۔ کیا وہ اُس طرح سوچنے سے یا کہنے سے یا تاکید کرنے سے ممکن ہے؟ کہ ہم نے کہہ دیا یا اُس محکمے کے سربراہ نے یا سیکرٹری یول یا وزیر اعلیٰ صاحب کے کہنے اور تاکید کرنے سے یہ سارا عمل خود بخود ٹھیک ہوتا جائیگا؟ یہ بہت مشکل کام ہے۔ اسکے لئے بہت زیادہ کام کرنا پڑیگا۔ اسکے ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کی نگرانی کرنی پڑیگی۔ ہمارے منتخب نمائندے اپنے اپنے حلقوں میں اپنے اپنے علاقوں میں، ہر کسی کے حلقة میں بہت سے مسائل ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ ”آؤے کا آواگڑا ہوا ہے“ یہ سارے جتنے بھی شعبے ہیں ہر کسی حلقة میں۔ ہمارا حلقة بھی اسی طرح ہے۔ بہت سارے ایسے ہائی اسکولز ہیں جن کے اسٹادنٹیں آتے ہیں۔ اُنکے کمرے کم ہیں وہاں سہولیات کم ہیں۔ بہت سے ایسے اسکول جو ڈیل ہیں انکو ہائی کا درجہ دینا ہے بہت سے ایسے پرائزی اسکول ہیں جن کو ڈیل کا درجہ دینا ہے۔ بہت سے ایسی جگہیں ہیں جہاں مزید اسکول بنانے ہونگے۔ یہ مسئلے ہیں۔ اساتذہ کے فرائض کی ادائیگی، اور جو districts کے main بڑے بڑے hospitals ہیں، ہم نے سارا دیکھا ہوا ہے، survey کیا ہوا ہے کہ اُن میں کتنے مسئلے ہیں، کتنی کمیاں ہیں، انکو کیسے پورا کیا جائے، انکو کیسے تاکید کی جائے، انکو کیسے پابند کیا جائے۔ کیسے خود بخود وہ آمادہ ہو جائیں۔ بہت سے ایسے ہمارے آفیسرز ہیں جن کے ساتھ مختلف مشکلوں اور کاموں کے سلسلے میں ہم جا کر ملتے ہیں، تو وہ کہتے ہیں ”کہ یا! کیا کریں یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ہے“، تو بابا!

کیوں نہیں ہو سکتا؟ ہم کیا کریں؟ یا کچھ آفیسر زایسے ہیں وہ کہتے ہیں ”کہ جناب! بس ہم تو چاہتے ہیں لیکن یہ اس طرح نہیں کرتے ہیں“، تو بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری تعلیم اور صحت کے حوالے سے جو ہمارے ڈاکٹرز اور اساتذہ ہیں، ان کیلئے بہت بڑا بجٹ بنایا گیا ہے۔ اُنکے سارے ہی مسئلے اور ساری پریشانیاں اور اُنکی جو بھی ضروریات ہیں، وہ ساری پوری کی جائیں۔ اور پوری ہو گئی انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ جو ہمارے مقرر کیے ہوئے ڈاکٹرز اور اساتذہ ہیں، وہ نیک نیتی سے کس طرح اپنے فرائض انجام دینگے۔ اس بات پر عملدرآمد کرنا انساب سے مشکل کام ہے۔ فنڈ زیا پیسے release ہو جائیں گے۔ سارے کام مکمل بھی ہو جائیں گے۔ اُنکی ساری پریشانیاں، اُنکی رہائش کا مسئلہ، اُنکی جو تنوڑا ہیں ہیں، شاید وہ بڑھ جائیں۔ یا اُنکے جو مسائل ہیں، وہ توصل ہو جائیں گے۔ لیکن ان پر عملدرآمد کرنے کیلئے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ انکو تاکید تو ضرور کی جائے۔ اُنکو پابند کرنے کیلئے جو بھی اختیارات ہیں یا تھوڑی بہت سختی کرنے کے اقدامات ضرور اٹھائے جائیں۔ لیکن اسکے باوجود بھی، کیونکہ جیسے ہمارے بہت سے شعبوں میں، ماہر لوگ ہیں کہ آپ اگر اس طرف سے اُسکا وہ غلط کام کرنے کا یا اسکا اُس مسئلے سے جان چھڑانے کا راستہ بند کریں گے، تو وہ دوسری طرف سے اُسکے لئے راستہ بنادیں گے۔ تو اُسکے لئے کیا طریقہ کیا جائے کہ وہ کہیں سے اُسکو راستہ ملے ہی نہ کہ وہ اپنی جان چھڑا سکے، اپنے فرائض میں غفلت کر سکے۔ سوائے اُسکے اپنے ہی ایمان اور غیرت کے کہ اگر وہ خود بخود آمادہ ہے، اپنے فرائض کو ٹھیک طریقے سے نبھانے کا۔ تو وہ پھر صحیح کام کر سکے گا۔ اگر وہ خود اُسکے لئے آمادہ نہیں ہے، چاہے کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جائے کہ آخر یہی ہے کہ بس اُسکو، اُس فرائض سے سبکدوش کیا جائے۔ پھر آخر کار اسکا یہی سلسلہ رہ جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں سب سے زیادہ جو ہمیں ضرورت ہے اس بات کی کہ ہمارے اساتذہ یا ہمارے ڈاکٹرز یا امن و امان قائم کرنے کیلئے جو ہماری forces ہیں، یہ تین بہت اہم شعبے ہیں۔ اُنکے جو فرائض ہیں ان شعبوں میں جو انکو training دی جاتی ہے۔ جو انکو تربیت دی جاتی ہے۔ یا جو کو رس وہ پڑھاتے ہیں اپنے اُس شعبے کیلئے، اُنکے ساتھ ساتھ انکو الگ سے اپنے فرائض کو ایمانداری اور نیک نیتی سے نبھانے کا بھی درس دیا جائے۔ اُنکے ذہن میں یہ چیز ڈالی جائے کہ ہم انسان ہیں، ہر انسان کا یہ فرض ہے، اپنا جو شعبہ جو اُسکو ملا ہوا ہے اُسی میں تو اُس نے واقعی ایمانداری سے اپنے اُس فرض کو نبھانا ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی اور غلط کام ہوتا ہوادیکھ رہا ہے، اُسکو بھی منع کریں۔ اُسکو بھی نہیں ہونے دیں۔ بلکہ اتنا ہونا چاہئے۔ ہمارے لوگ بہت سے ساتھی، بہت سے اراکین پارلیمنٹ، ہماری اسمبلی کے جو ممبرز ہیں وہ باہر جاتے ہیں، دوسرے ممالک میں جاتے ہیں، گھومتے ہیں، اُنکے لوگوں کو دیکھتے ہیں، اُنکے قانون کو دیکھتے ہیں، اُنکے اپنے طریقہ کار کو دیکھتے ہیں، روزمرہ اُنکے اپنے گھونٹے

پھر نے کو، اپنے قانونی جو انکے فرائض ہیں یا انکے جو شہری لوگ ہیں یا انکے عوام ہیں، یہ سارے دیکھ کر واپس آ کر ہمیں وہ قصے سناتے ہیں۔ کہ وہاں ایسا قانون ہے۔ وہاں لوگ اس طرح کرتے ہیں۔ وہاں تو لوگ بالکل اس طرح نہیں کرتے ہیں۔ اچھا! وہ سارے ہم جانتے ہیں۔ جب دیکھ کر آتے ہیں تو اور زیادہ معلومات ہو جاتی ہیں۔ کیا وہ لوگ انسان نہیں ہیں؟ یا ان میں کوئی اضافی چیز ہے ایسا جو ہمارے معاشرے میں، ہمارے لوگوں میں وہ نہیں۔ کہ ہم اپنے فرائض، ہمارا اپنا جو انسانی فرض بتتا ہے، اسکے علاوہ ہمارا جو شعبہ ہے، جو ہمیں منصب دیا گیا ہے۔ چاہے چھوٹا ہے یا بڑا، اسکو نہ جانے میں ہم ٹھیک طرح سے، پھر کیوں ہم غفلت کرتے ہیں کیا وجہ ہے جو ہم نہیں کر سکتے ہیں۔ یا کہ انہیں سکتے ہیں؟ اپنے شعبے کا جو بھی بڑا ہے، یا اسکا سربراہ ہے۔ چاہے اسمبلی کے حوالے سے، چاہے حصے کا منشر ہو۔ چاہے بلوجستان کا چیف سیکریٹری ہو۔ چاہے وزیر اعلیٰ ہو۔ چاہے گورنر ہو۔ چاہے ہمارے مرکزی level پر دیکھا جائے۔ تاکید کرنا، سرکاری طور پر اختیارات استعمال کر کے یا تو کسی کی تنخواہ بند کر دی یا کسی کو OSD کر دیا۔ اس سے مسئلہ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں 60-65 سال گزر گئے۔ کوئی جگہ ٹھیک نہیں ہے۔ اگر ٹھیک ہوتا تو اتنے مسئلہ آج ہم لوگوں کو درپیش نہ ہوتے۔ جن کیلئے ہم سب آج رور ہے ہیں۔ پیٹ رہے ہیں، امن و امان کا مسئلہ ہو، چاہے صحت کا مسئلہ ہو، چاہے ہمارے سکولوں کا مسئلہ ہو۔ چاہے اسٹاڈوں کا۔ یہ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے۔ انکو ٹھیک کرنے کیلئے سب سے پہلے ہم نے سوچنا ہے۔ جو طریقہ کار ہے، ہمارے اختیاری حوالے سے، وہ تو ہے۔ لیکن ایک دفعہ ہم اپنے لوگوں کے، اپنے حقوقوں کے اور اپنے مجھے کے جیسا کہ امن و امان ہے، ہماری صحت ہے، ہماری تعلیم ہے۔ جو خاص ذمہ دار لوگ ہیں انکو ایک دفعہ بٹھا کر، ارکان اسمبلی کے ساتھ، سب لوگوں کے ساتھ، انکو ایک دفعہ یہ فرض کا احساس دلانے کی کوشش تو کی جائے، کہ یا! آخر کار ہم کب تک اس طرح کی غلطیوں کو، اس طرح کے مسئللوں کو جو ہمیں ذرپیش ہیں، انکا صرف ذکر کرتے رہیں گے؟ یا مسائل کو صرف اسمبلی میں یاد کرتے رہیں گے۔ یا ہم مطالبات کرتے رہیں گے۔ یا تجاویز دیتے رہیں گے، آخر کار ان پر عملدرآمد بھی ہو گا یا نہیں؟ آخر وہ کب ٹھیک ہوں گے، یا صرف ہم انکا ذکر کرتے رہیں گے؟ ان کیلئے پریشان ہوتے رہیں گے؟ یا ان کے اقدامات کیلئے کمیٹیاں بناتے رہیں گے۔ یہ سب ٹھیک ہو جائیں گے، تو یہ بہت اچھا بجٹ ہے، بہت بہترین بجٹ ہے، بہت اچھا اسکا نتیجہ نکل سکتا ہے شرط یہ ہے کہ ہمارا جو جال پھیلا ہوا ہے وہ سارے لوگ ایمانداری سے اگر اپنا کام شروع کریں گے تو اگلے سال میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کیلئے، صحت کیلئے اس سے double budget ہونا چاہئے۔ بہت اچھا ہونا چاہئے۔ تو ہر حال اسپیکر صاحب! اسکے علاوہ، یہ موجودہ حالات، جن کا ذکر زمرک صاحب نے کیا، میں اس

بات پر اُنکے ساتھ اتفاق کرتا ہوں اور اس سے پہلے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں، لوگ شہید ہوئے ہیں یا اسکے بعد پتا نہیں کہ کہیں پر بھی یہ مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اُن سب کیلئے وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر اسکے لئے ایک مستقل حل سوچیں کہ جب بھی ایسا واقعہ ہو، ہر انسان ہمارے لئے قابلِ احترام ہے جو محنت کرتا ہے، جو اچھی پوسٹوں پر آتے ہیں، یا بڑے بڑے منصبوں پر ہیں، وہ بھی ہمارے لئے قابلِ احترام ہیں۔ لیکن عام انسان بھی ہے۔ ایک غریب انسان جو ریڑھی چلاتا ہے، وہ بم دھماکے کی زد میں آگیا۔ اُسکے پیچے بھی ہیں۔ وہ بلاوجہ مارا گیا۔ یہ ہماری ریاست کی ذمہ داری ہے۔ تو اسیں اُن سب کیلئے ڈاکٹر صاحب نے، نواب صاحب نے، یہ بیٹھے ہیں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ۔ اُنکے لئے کوئی ایسا طریقہ کار۔ کہ جب تک وہ بچے بڑے ہوتے ہیں، اپنے لاک ہو جاتے ہیں اپنی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتے ہیں، اُس وقت تک اُنکی رہائشگاہ اُنکی خوراک کا کوئی ایسا طریقہ کار ہونا چاہئے۔ اور باقی ساتھیوں سے بھی میں گزارش کرتا ہوں کہ اس بات کیلئے۔ اور موجودہ حالات اور صورتحال، جو ظلم و ستم اور ناصافیاں، یہ جو چند مسئلے ہیں، ظلم و ستم، زیادتی اور ناصافی، یہ جب حد سے بڑھ جاتی ہیں، کہیں پر بھی، کسی بھی علاقے میں، کسی بھی ملک میں، تو پھر حالات ایسے ہو جاتے ہیں جیسے آج ہیں ہمارے بلوچستان کے۔ یہ اُن مظالم، زیادتی، ستم اور ناصافیوں کا نتیجہ ہے جو ہم بلوچستان والے بھگت رہے ہیں۔ اور جب تک یہ ظلم اور ناصافیاں ختم نہیں ہوں گی، جب تک ہم سب اپنے فرائض اور منصب کو ایمانداری اور نیک نیتی سے نہیں نجائزیں لے گئے تو یہ مسئلے حل نہیں ہو سکتے۔ یہ مسئلے ختم نہیں ہو سکتے۔ آپکا بہت شکر یہ۔ ایک مرتبہ پھر بہت مہربانی۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: شکر یہ نواب شاہ ہوانی صاحب۔ جی حاجی عبد الملک کا کڑ!

حاجی عبد الملک کا کڑ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! شکر یہ کہ آپ نے بجٹ پر بولنے کا موقع دیا جیسا کہ آپ معلوم ہے کہ موجودہ بجٹ میں جاری اسکیموں کیلئے فنڈ زندگی رکھے گئے ہیں، اس سال اسکیمات کیلئے جو رقم رکھی ہے وہ ناکافی ہے۔ اور بلوچستان حکومت کے خزانے کا ضیاع ہے۔ جناب والا! میرے حلقة کی اسکیم نمبر 156 خنائی بابا، خوشاب، زرغون 52 کلو میٹر روڈ کیلئے اس بجٹ میں 10 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ دوسری جاری اسکیم نمبر 157 بلوزی، خانوزی، ولگنی، گیاندہ 49 کلو میٹر روڈ کیلئے بھی دس لاکھ روپے رکھے ہیں۔ جو کہ ناکافی ہیں۔ تیسرا روڈ کوتے محمد شاہ، سابورہ، نجیبیتی، قلعہ حاجی خان روڈ، 46 کلو میٹر اس روڈ کیلئے بھی 10 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! برشور، خانوزی روڈ کیلئے جو رقم بجٹ میں رکھی ہے، وہ انہائی کم ہے۔ جس کا PSDP نمبر 163 ہے۔ اسکیم نمبر 234 مختلف روڈز، برشور، کاریزات، اس روڈ کیلئے صرف 20 لاکھ

روپے رکھے ہیں۔ اسکیم نمبر 332 مختلف روڑر، خانوڈی، پشین کیلئے بھی دس لاکھ روپے رکھے ہیں۔ جناب اپیکر صاحب! یہ روڑر میں نے جو بیان کیا، ان منصوبوں پر آدھے سے زیادہ کام ہوا ہے۔ اگر ان اسکیمات کو پورے فنڈ نہیں ملے تو یہ منصوبے ادھورے رہ جائیں گے جو کہ بلوچستان اور پشین کے عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ جناب اپیکر! تعلیم کے حوالے سے ضلع پشین کو، خاص کر میرے حلقة انتخاب کو یکسر نظر انداز کرنا عوام کے ساتھ نا انصافی ہے۔ جس قوم میں اگر تعلیم نہ ہو تو وہ قوم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ ہمارا حلقة انتخاب ایک پسماندہ علاقہ ہے۔ روڈ ملازی، خانوڈی، توبہ کا کڑی، برشور میں ہائی سکول، ٹیل سکول اور پرانگری اسکولوں کی اشد ضرورت ہے۔ جناب اپیکر! بلوچستان کے امن و امان کیلئے بجٹ میں جو رقم مختص کی گئی ہے یہ رقم نا کافی ہے اس کو بڑھایا جائے۔ بلوچستان میں امن و امان انتہائی خراب ہے جب تک امن نہیں ہو گا بلوچستان میں ترقی یا ترقیاتی کام نہیں ہو سکے گا۔ پہلے امن و امان پر توجہ دی جائے پھر بلوچستان ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔ حکومت بلوچستان کو چاہئے کہ وہ پہلے امن و امان قائم کرے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو چاہئے کہ وہ پورے بلوچستان کو ایک نظر سے دیکھیں کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب پورے بلوچستان کا وزیر اعلیٰ ہے۔ آپ کا زیادہ time نہیں لوں گا۔ اللہ پاک ہم اور آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام۔

جناب اپیکر: شکریہ حاجی صاحب! آغازیافت صاحب! Please take the floor!

سید لیاقت علی آغا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ محترم جناب اپیکر صاحب! آپ کے توسط سے میں وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے حالیہ حکومت کا یہ پہلا بجٹ جو تناسب کے اعتبار سے قدرے کم خسارے کا ایک متوازن بجٹ ہے۔ اور 30 جون 2014ء تک تعمیر و ترقی اور عوامی خوشحالی کا مطلوبہ اہداف حاصل کرنا، ان کیلئے ایک بڑا چیلنج ہو گا۔ جناب اپیکر! محترم وزیر اعلیٰ صاحب نے تعلیم اور ترقی کیلئے اس بجٹ میں اچھی خاصی رقم رکھی ہے۔ جو کہ بلوچستان کی تاریخ میں میرے خیال میں تو سب سے بڑی رقم ہے اور اسکے علاوہ موجودہ دور میں جتنے بھی بجٹ پیش کیے گئے ہیں صوبوں میں اور sub-continental میں بجٹ کا جو 24% تعلیم پر خرچ کیا جا رہا ہے، یہ پہلی دفعہ اس خطے میں ہوا ہے۔ جناب! جیسے میں نے عرض کیا کہ اس بجٹ کا خرچ کرنا اس حکومت کیلئے ایک challenge ہے۔ جناب! تعلیم اس خطے کا بلوچستان کا، بلوچستان کے بچوں کا، بلوچستان کے نوجوانوں کا بنیادی حق ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ ”طلب علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے“۔ اور جناب وزیر اعلیٰ نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے بڑی رقم اس کیلئے مختص کر دی ہے۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ جناب! ہمارے تعلیمی نظام میں بڑی خامیاں ہیں۔ ہمارے اسکولوں، کچھ

اسکولوں کے سوا باقی سارے ہندرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہمارے اساتذہ، ہمارے پروفیسرز، ہماری ایجوکیشن کا جتنا بھی اضافہ ہے، وہ اپنی ڈیوٹی صحیح طور پر بجا نہیں لاتے۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں صرف اتنا کہوں گا، باقی ہمارے ممبروں نے بھی اسکے متعلق کافی باتیں کیں۔ لیکن میں چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ میرے گاؤں میں ایک ہائی سکول اور چار پرائزیری سکولز ہیں۔ ان میں کوئی 65 کے قریب اضافہ ہے۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ اس 65 کے اضافہ میں سے صرف پندرہ یا بیس حاضر ہوتے ہیں۔ اور ان میں پانچ females ہیں، جو regular وہاں آتی رہتی ہیں۔ مرد بالکل نہیں آرہے ہیں۔ تو جناب! اگر یہ بجٹ اسی طرح ان لوگوں کی تنخوا ہوں پر خرچ ہوتا رہا۔ اور یہ لوگ ڈیوٹی پر حاضر نہیں ہوتے تو پھر اس پر بجٹ رکھنا، یہ بالکل میرے خیال میں عبث ہو گا۔ ہمیں اساتذہ پر کڑی نظر رکھنی پڑے گی۔ ہمیں ایجوکیشن اضافہ پر کڑی نظر رکھنی پڑے گی۔ ایجوکیشن کا اتنا بڑا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ ایجوکیشن سیکریٹری بیٹھے ہیں۔ اور یہ صوبے کے کسی بھی ضلع میں نہیں جاتے ہیں۔ کسی بھی ڈویژن کا دورہ نہیں کرتے ہیں۔ جب میں کلی کربلا کے سکول میں پڑھتا تھا، تو اُس وقت کے ڈائریکٹر موڈر سائیکل پر سال میں دو تین چکروں ہمارے اسکول کا لگاتا تھا۔ اور ہر ہڑک کا خود میٹ لیتا تھا۔ آج آپ کسی بھی آفیسر سے پوچھ لیں۔ انکے پاس جیپ ہیں۔ پڑول ہیں انکے پاس سب کچھ ہیں۔ لیکن یہ کسی بھی علاقے میں نہیں گئے ہیں۔ انہوں نے even پیشین کا اسکول نہیں دیکھا ہے۔ انہوں پیشین کے ماذل سکول تک visit کا نہیں کرتے ہیں۔ خضدار کجا۔ جیسا کہ سردار صاحب نے کہا۔ کہاں ماشکیل، کہاں لوار الائی۔ یہ کوئی میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ایک بھی آفیسر یہ نہیں چاہتا ہے کہ کوئی سے باہر اسکی ڈیوٹی ہو۔ وہ ہر وقت کوئی میں ہی بیٹھا رہتا ہے۔ جناب! اس trend کو بدلا ہو گا۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس پر غور کریں۔ اور انکو پابند کریں کہ آفیسرز ڈیوٹیوں پر جائیں اور تعلیمی اداروں کا visit کریں۔ اور اساتذہ کو پابند کریں کہ وہ اسکولوں میں اپنی ڈیوٹی دیں۔ جناب! اسکے بعد میں صحت کی طرف آتا ہوں۔ صحت کیلئے اچھی خاصی رقم رکھی گئی ہے۔ اور صحت کا بھی یہی حال ہے۔ میں سردار صاحب کی تمام باتوں سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن آپ ایک اندازہ لگائیں کہ ہمارے گاؤں میں ایک ہسپتال ہے rural health center اسیں پانچ ڈاکٹرز appoint ہوئے ہیں۔ اور ان پانچ میں، میں اپوزیشن سے with due respect اُن پانچ میں سے چاروہ انکے رشتہ دار ہیں۔ اور ایک آج بھی ڈیوٹی دے رہا ہے لیکن اُسکا سراناں میں اپنا ہسپتال ہے۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تنخوا گورنمنٹ آف بلوجستان سے لے رہے ہیں۔ اور وہاں کا D.O.H. جو پیشین میں بیٹھا ہوا ہے، وہ آج تک، میں نے خود اُس سے personal کہا ہے کہ یہ شخص ڈیوٹی پر نہیں آرہا ہے۔ اُس نے آج تک اسکے

خلاف action نہیں لیا ہے۔ اور انکی حاضری O.H.D خود لگاتا ہے اور انکو تxonah بھی provide کرتا ہے۔ یہی حال پشین ہسپتال کا ہے۔ اس میں 30 ڈاکٹرز appoint ہیں۔ اور ڈیوٹی پر ایک بھی موجود نہیں ہوتا۔ آج اگر سیکرٹری ہیلتھ صاحب تھوڑی سی تکلیف کریں۔ اور وہاں چلے جائیں۔ یا سابقہ سیکرٹری وہاں کبھی گیا ہے؟ یا اُس نے اسکیشن کیا ہے؟ تو اُسکو پتا ہو گا کہ کتنے ڈاکٹرز وہاں ہوتے ہیں؟ ایک افسوس کی بات ہے کہ ایک سیکرٹری صاحب visit پر تھے، پشین آئے تھے۔ اور جب وہ پشین ہسپتال گئے تو اُس نے پوچھا ”یہاں کتنے ڈاکٹرز ہیں؟“ انہوں نے کہا ”جی! ادھر تو میں بتیں ٹکنیشنز، ڈاکٹرز اور X-Ray experts ہیں،“ تو اُس نے کہا ”کتنے حاضر ہیں۔ میں تو آج دورے پر آ رہا ہوں؟“ اُس نے کہا ”جی! ایک میں ہی حاضر ہوں، باقی تو سارے غیر حاضر ہیں،“ اُس سیکرٹری صاحب سے نہیں ہو سکا کہ کم سے کم، اسے آدھے کو یا suspend کرتا یا انکو شوکا زنوٹ دیتا یا کچھ تو کرتا۔ کچھ نہیں ہوا۔ تو جناب! آپ کے توسط سے میری وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ درخواست ہے کہ ہیلتھ میں ڈاکٹروں پر مکمل control رکھا جائے۔ جیسے میرے محترم دوست نواب صاحب نے کہا کہ انکو suspend کیا جائے۔ ہمیں نہیں چاہیے یہ ڈاکٹرز کم سے کم ان کی تxonah ہیں تو فتح جائیں گی۔ یا پھر ہمارے لئے ڈاکٹرز باہر سے منگوائے جائیں۔ دوسرے صوبوں سے لائے جائیں۔ جب یہ ڈاکٹرز سرانان میں بیٹھ کر بلا میں ڈیوٹی نہیں دے سکتا اور اسکو لوگوں کا support حاصل ہے۔ تو پھر ایسے ڈاکٹر سے بہتر ہے کہ ہمارے لئے ڈیرہ غازیخان سے ڈاکٹر لائے جائیں۔ صوبہ K.P.K سے بلائے جائیں۔ پنجاب سے بلائے جائیں۔ وہ کم سے کم یہیں پرتو ہو گے۔ میں آپکے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں جناب اسپیکر! میرے ایریا میں، ہسپتال ہیں، ان میں ڈاکٹروں کیلئے بیگلووز بنے ہوئے ہیں۔ وہ ان بیگلووز کو استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ وہ بھی کھنڈرات میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ تو یہ ہیلتھ کے سلسلے میں میری ان سے یہ گزارش ہے جناب! اب میں آتا ہوں امن و امان کی طرف۔ جو اس صوبے میں سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ لازمی ہے۔ جناب! آپ کے توسط سے میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ امن و امان کی صورتحال اس طرح ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ جیسا یہ موجودہ پولیس یویز یا یہ departments وہاں کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ تو یہاں، جیسے سردار صاحب نے کہا، یویز اکٹر یا کوشش کرتی ہے کہ D.C.A.C صاحب، M.P.A صاحب یا M.N.A صاحب کی ڈیوٹیوں پر رہیں۔ اور وہ پھر آرام سے اپنے گھروں میں رہیں۔ وہ ڈیوٹی نہیں دیتے ہیں، چھ، چھ سات، سات V.I.P Squads کے squad میں لگی ہوئی ہیں۔ پولیس کا بھی یہی حال ہے۔ انکی گاڑیاں، جوئی نئی گاڑیاں ہیں وہ ساری's VIP کے

لنے کوئی نہیں ہے۔ کوئی شہر میں دیکھ لیں جناب! اس وقت ان غواہ برائے تاداں ہورہا ہے۔ لوگ ان غواہ ہورہے ہیں۔ کل ایک لڑکا ان غواہ ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے اُنکے ورثاء نے اسکو جا کر کے جعفر آباد سے برآمد کروایا۔ آپ نے بھی ٹی وی پر دیکھا ہو گا۔ اسیں پولیس کا کوئی contribution نہیں ہے۔ اس میں لیویز کا کوئی contribution نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں نے خود، بلکہ اگر میں آپکو بتاؤں۔ یہ میرا experience، میں نے اُن سے کہا کہ جلدی جا کر کے جعفر آباد کی ٹرین کو check کریں۔ اور جعفر آباد جائیں۔ اور good-luck اُن لوگوں کا کہ جب وہ وہاں پہنچے انہوں نے ٹرین سے لڑکے کو برآمد کیا۔ جناب والا! امن و امان کی یہ صورت حال ہے۔ ڈاکٹر لورالائی سے ان غواہ ہوئے ہیں۔ اسیں میں وزیر اعلیٰ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں انہوں نے ذاتی کوشش کر کے وہاں سے دو تین آدمیوں کو، جو ان غواہ کنندگان تھے انوکھے فرار کروایا۔ اور کوشش بھی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں میری یہ عرض ہے کہ یہ جو ان غواہ برائے تاداں ہورہا ہے۔ اس پر اُس علاقے کی لیویز کو، پولیس کو یا اُس علاقے کا جو Political Agent ہے، اسکو پابند کیا جائے جناب! کہ جدھر سے بھی یہ ان غواہ ہو، جہاں سے بھی یہ ان غواہ ہو، وہ شخص اسکا ذمہ وار ہے۔ ہر آدمی کو یہ اچھی طرح پتا ہے جناب اپنے! میں آپکو بتاؤں کہ جو شخص بھی ان غواہ ہوتا ہے اسکے لواحقین کو اگلے دن ٹیلی فون آ جاتا ہے۔ جناب! یہاں آپکو میں یہ بتاؤں کہ ڈاکٹر صاحب کو، جس طرح انہوں نے لورالائی والے ڈاکٹروں کی بازیابی کیلئے دلچسپی لی ہے۔ اسی طرح ہر ان غواہ شدہ کے لئے دلچسپی لیتی چاہیے۔ اور اُس علاقے کے D.I.G کو، پولیس کو، اُس علاقے کی لیویز رسالدار کو پابند کیا جائے۔ جناب! جب انگریزوں کے زمانے میں کسی علاقے میں کوئی چوری ہوتی تھی یا کوئی ان غواہ ہوتا تھا تو اُس زمانے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ان غواہ جب ہوتا تھا، وہ Political Agent یا ان لوگوں کا ہوتا تھا۔ تو اُس علاقے کے لیویز، رسالدار سے یہ کہا جاتا تھا ”کہ تمہارے کے علاقے میں یہ واردات ہوئی ہے، اسکا تم ذمہ دار ہو۔ اور جا کر کے یہاں لئے لادا“، نواب صاحب تو اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ جی! میں آپکو ایک تاریخی قصہ سناتا ہوں۔ کسی ہندو کو قلعہ سیف اللہ میں ایک آدمی نے threat کیا تھا ”کہ جی! تم عید کے دن میرے گھر پر گیا رہ، بارہ روپے کی جلیبی پہنچاؤ۔ یہ قصہ اُس وقت لورالائی کے ڈپٹی کمشنز یا قلعہ سیف اللہ یا ژوب کے، تو اس نے نواب صاحب کو بُلایا۔ نواب صاحب دو، تین دن گھوڑوں پر سفر کر کے وہاں پہنچے۔ تو C.D. نے ان سے کہا ”کہ تم برٹش گورنمنٹ سے تشوہ لے رہے ہو، تمہارے فلاںے آدمی نے فلاںے ہندو کو threat کیا ہے۔ اور گیارہ روپے اسکے دینے ہیں۔ تو یہ معاملہ آپ حل کریں۔ ورنہ مجھے کوئی قدم اٹھانا پڑے گا“، آپ یقین کریں کہ نواب صاحب نے یہ معاملہ قلعہ سیف اللہ پہنچتے ہی حل کروایا۔ اُس آدمی کے

گیارہ روپے اُس سے وصول کر کے دیئے۔ اور اُس ہندو سے کہا ”کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے“۔ آج پلیس، چھپک آپ انکے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ یہ جب اپنا protection نہیں کر سکتے ہیں تو ہمیں کس طرح بچائیں گے۔ اسلئے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب! کہ آپ مہربانی کر کے ان P's، V.I.P's، جو پلیس ہیں، جو لیویز ہیں، انکے پیچھے لگی ہوئی ہیں، انکو ہٹا کر غریبوں کی حفاظت پر لگائیں۔ امن و امان کی duty پر انکو لگائیں۔ اور ان لوگوں کو پابند کریں کہ انکے علاقے میں اگر کوئی واردات ہو جائے۔ تو یہ اسکے ذمہ دار ہوں۔ اُس واردات پر ان سے باز پُس کی جائے۔ اب لورالائی میں، ایک تو آپ دیکھ لیں جی! ہڑتال ہے، جب سے یہ ڈاکٹر انگواعہ ہوئے ہیں۔ ہڑتال چل رہی ہے۔ اور یہاں ویسے ہی ڈاکٹر کام نہیں کر رہے ہیں۔ جب ڈاکٹر زاغواعہ ہوئے کنے۔ چن سے ڈاکٹر انگواعہ ہوا تھا، گزشتہ چھ مہینے میں۔ میرے خیال میں یہاں کوئی سے کوئی سات آٹھ ڈاکٹر زاغواعہ ہوئے ہیں۔ تو یہ ویسے ہی کام نہیں کرتے ہیں۔ جب انکو یہ موقع ملتا ہے تو یہ پھر ہڑتال پر چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی بڑی ایک وجہ ہے تازہ اس ہڑتال کی۔ اور انکے نہ آنے کی۔ جناب! اسکے بعد میں زراعت پر آتا ہوں جناب! بلوچستان کے 80% لوگوں کا دار و مدار زراعت پر ہے۔ اور ایک پلچر کیلئے بجلی ضروری ہے۔ بجلی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہمارے جتنے باغات ہیں وہ تقریباً سو کھنگے ہیں۔ ایک پلچر ڈیپارٹمنٹ اس سلسلے میں بالکل خاموش ہے۔ اُس کی طرف سے کوئی process اسوقت نہیں ہے۔ اسکی طرف سے کوئی research center نہیں ہے۔ کوئی انہوں نے جدید research نہیں کی ہے۔ آپ کو ایک بات بتائیں جب میں چیمبر کا نام سنداہ تھا۔ ہم سنگاپور گئے تھے تو یہاں کے سیب بھی ساتھ لیکر گئے تھے۔ انہوں نے جب اسکو check کیا۔ سردار رضا محمد میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا ”کہ جناب! آپ اس پر research کریں۔ آپ ایک سیب ڈیڑھ، ڈیڑھ۔ ڈھائی ڈھائی کلوکا ہے۔ یہ کون خریدیگا؟ ہمارے پاس تو امریکن سیب اور نیوزی لینڈ کے سیب آتے ہیں۔ جو ایک کلو میں سات اور آٹھ دانے ہوتے ہیں۔ یہ purchaseable ہیں۔ لوگ ادھر خریدتے ہیں۔ تو وہ اپنی family کے size کو دیکھ کر کے اُنکے لئے دو، تین سیب خریدتے ہیں۔ تو research جو کرتے ہیں۔ ہمارے یہ بندے جو یہاں بیٹھے ہیں۔ انکو یہ sense ہی نہیں ہے کہ جی! ہم سیب کے size کو کس طرح control کریں۔ سیب کی quality کو کس طرح control کریں۔ یہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارا بالکل ختم ہے۔ انہوں نے کسی چیز پر research نہیں کی ہے۔ انہوں نے کوئی پیشرو سائیڈ use نہیں کیا۔ وہی definitely بتایا ”کہ جی! اس علاقے میں پیشرو سائیڈ use ہونا چاہیے۔ اسکے علاوہ آپ نے دیکھا ہوگا 1960ء تک،

میرے علاقے میں کم سال میں تین دفعہ اگر لیکچر ڈیپارٹمنٹ air-spray کرتا تھا دخانوں اور فضلوں پر۔ اب وہ بالکل مفقود ہو گیا ہے جناب! کوئی air-spray نہیں ہے۔ ان سے کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔ کہ دوائیوں کیلئے جو اتنا بجٹ آتا ہے۔ بلڈوزروں کیلئے جو اتنا بجٹ آتا ہے۔ اگر لیکچر و رکشاپ کیلئے اتنا بجٹ ہے یہ کہاں جاتا ہے؟ ہر علاقے میں، آپ افغانستان جائیں تو وہی ٹینک کھڑے نظر آتے ہیں۔ اور یہاں بلوجستان میں دیکھیں تو اگر لیکچر ڈیپارٹمنٹ کی مشینی آپکو سڑکوں پر کھڑی نظر آئیگی۔ افسوس کا مقام ہے جی ۔۔۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ اس wing کو بھی ڈاکٹر صاحب! دیکھ لیں۔ اور اگر لیکچر کو جو بلوجستان کا خاص ڈیپارٹمنٹ ہے، اسکو ٹھیک کیا جائے۔ جناب والا! ایک اور جو میرے فاضل دوست نے نشاندہی کی، ایرانی سبب کی۔ انہوں نے نہیں بتایا کہ اسکو کس طرح کریں۔ لیکن ایرانی سبب یہ دو طریقوں سے پاکستان میں import ہوتا ہے۔ ایک commercial کے ذریعے دوسرا border-trade کے ذریعے۔ بلوجستان، چونکہ ایران ساتھ ہے۔ تو ایک border سے جو کہ ہمارے اور ایران کے درمیان ہے۔ اُس border-trade میں یہ سبب import ہوتے ہیں۔ اسکے لئے provincial government کوئی ban نہیں لگاسکتی ہے۔ لیکن میری ایک تجویز ہے ڈاکٹر صاحب سے کہ اگر ان سببوں پر، بلوجستان کے زمینداروں کو دیکھتے ہوئے duty گائیں۔ تو ہماری جو اٹھارویں ترمیم ہوئی تھی، اسمیں پورا ہو جائیگا اور ہمیں آمدنی بھی ہوگی اگر یہ import ہوگا۔ اور ہمارے زمیندار بھی suffer نہیں کریں گے۔ انکا سبب اور ہمارا سبب پھر ایک ہی قیمت پر آ جائیگا۔ پھر مارکیٹ میں جو اچھا سبب ہوگا، وہ پکے گا۔ تو میری ڈاکٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ اس پر بچا س سے لیکر سوروپ ڈیوٹی impose کی جائے۔ ایجوکیشن سیس لگایا جائے۔ بلوجستان میں ایجوکیشن سیس لگایا جائے۔ جناب والا! ما نہ زاید منزراز کیلئے یہ پہلی دفعہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اسکی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ میری اس سلسلے میں ایک suggestion ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ بڑا اچھا کیا ہے، گورنمنٹ آف پاکستان، جب مغربی پاکستان کا وقت تھا۔ ویسٹ پاکستان انڈسٹریل ڈولپمنٹ کار پوریشن بناتھا۔ انہوں نے بلوجستان کے یہ سارے جو coal areas کے allot کیے تھے۔ اور بد قسمتی یہ ہی کہ وہ ان areas کو نہ چلا سکے۔ تو یہ areas انہوں نے، اسی علاقے کے لوگوں کو lease پر دینے شروع کر دیے۔ اور وہ lease گورنمنٹ آف بلوجستان کے Mines Act کے خلاف ہے۔ وہ اس طرح ہوتا ہے کہ گورنمنٹ آف بلوجستان کو یہ ایک سو بچا س روپے رائٹی دیتے ہیں۔ لیکن وہ اُدھر کے لوکل لوگوں سے آٹھ سو روپے per ٹن رائٹی لے رہے ہیں۔ یہ آج کل

in-practice ہے۔ سورج نگ میں، ڈیگاری میں، شاہرگ میں۔ اور لاکھوں ایکٹر زمین انہوں نے اُس وقت کروائی تھی جس source سے بھی۔ یہ تو اللہ جانے۔ تو میری ڈاکٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ یہ چونکہ بلوچستان مائنگ رولز کے خلاف ہے۔ تو ان allotments کو cancel کیا جائے۔ اور جو لوکل لوگ چلا رہے ہیں ان لوگوں کو یہی mines دیئے جائیں۔ اور جو رائٹلی وہ PIDC کو ادا کرتے تھے۔ وہی رائٹلی وہ گورنمنٹ آف بلوچستان کو ایجوکیشن سیس وہ ادا کریں۔ یعنی ڈیڑھ سورو پے بلوچستان گورنمنٹ کو دیا جائے۔ اور یقایا جو چھ سورو پے ہیں، وہ a as a یا جو کیشن سیس، بلوچستان گورنمنٹ کو ادا کیا جائے۔ تو اس سے بھی ہماری آمدی اچھی خاصی بڑھے گی۔ اور اٹھارویں ترمیم میں اچھا خاصہ، ہم بتاسکیں گے کہ ہم نے اتنی income-generate کی۔ جناب! اسکے علاوہ سنٹرل گورنمنٹ سے کہنا چاہیے کہ ہمیں دو re-export zones میں جائے جائیں۔ جس طرح اس وقت کراچی میں، لاہور میں، سیالکوٹ میں اور سرگودھا میں یہ zones کام کر رہے ہیں۔ ہمارے لئے یہ بہت ضروری ہے جناب! ادھر تو کہتے ہیں ”کہ جی! یہ اسمگنگ ہے“، ہمارا یہی کاروبار ہے۔ اگر قرقان میں ایک re-export processing zone کر کے انڈیا سے اچھے بھلے چن میں لگایا جائے، تو جتنے بھی وہاں سے سامان آتے ہیں، انکو re-process کر کے re-packing کر کے، زیادہ fruits آرہے ہیں، جو کچھ بھی آرہا ہے، انکو ہم re-export کر سکتے ہیں۔ یہی چیز ہم انڈیا سے منگوا کر کے افغانستان کو re-export کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ایران کو جو items چاہیے۔ اور آج کل ایران پر embargo بھی لگا ہوا ہے۔ اسکو ہر چیز کی ضرورت ہے۔ ہم ہر چیز import for re-export کر کے re-export packing کر کے processing-zone میں اسکی re-export کر کے گھنی کر سکتے ہیں۔ جس میں انشاء اللہ و تعالیٰ میری اپنی ناقص معلومات کے مطابق ہمارے تین، چار ہزار لوگ اچھا خاصابنیس بھی کر سکتے ہیں۔ اور ہم labour میں یہ مسئلہ اٹھائیں۔ اور انکو یہ بتائیں۔ جناب! اسکے علاوہ جیسے سردار صاحب نے کہا کہ جو استاد صاحبان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ جی! یہ پیلک سروں کمیشن کے ذریعے کیا جائے۔ میری رائے بھی یہی ہے۔ پیلک سروں کمیشن بلوچستان میں بالکل بدنام ہو چکا ہے۔ نیب میں اُنکے cases ہیں۔ پیسے وہ لے رہا ہے۔ یہ open ہے۔ میں ان پر ازالتم نہیں لگا رہا ہوں۔ گزشتہ دونوں سب سے بڑی بدقتی یہ ہوئی، چیف سیکرٹری صاحب ابھی تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ ایک case تین آدمیوں نے ایک اپیل کی تھی۔ چیف سیکرٹری کے

سامنے۔ اور وہ promotion-case تھا۔ اس سلسلے میں جب انہوں نے پبلک سروس کمیشن سے رجوع کیا تو انہوں نے کہا ”جی! آپکا case تو چیف سیکرٹری صاحب کے پاس پڑا ہے۔ آپکا deal ہم case نہیں کریں گے“، اور انہوں نے اپنی مرضی کے آدمیوں کو promote کر کے چیف سیکرٹری کے پاس وہ case بھجوایا۔ جناب والا! ہم چار، پانچ رکن یہاں سے چیف سیکرٹری کے پاس گئے۔ ”کہ آپ میربانی کر کے اس case پر پہلے فیصلہ کریں۔ اپیل والا!“ case۔ پھر اسکو اگر یہ لوگ اس میں competent ہیں، تو انکو ان میں شامل کر کے پبلک سروس کمیشن سے کہیں کہ یہ کرے؟ لیکن یہ نہیں ہوا ہمارے نکتے ہی چیف سیکرٹری صاحب نے یہ کام کیا۔ غلط orders کروایا۔ اور یہ ہو گا۔ جناب والا! یہ حال تو پبلک سروس کمیشن کا ہے۔ اتنی بھرتیاں یہ کس طرح کر سکتے گا؟ میں سردار صاحب سے متفق ہوں۔ کہ وہ اس سلسلے میں ایک علیحدہ کمیٹی بنائی جائے۔ اور اُس کمیٹی کے ذریعے یہ appointments کرائی جائیں۔ بیشک اُسمیں حزب اختلاف کا بھی ایک نمائندہ ہو۔ حزب اقتدار کے دو، تین نمائندے ہوں۔ یہ لوگ صحیح اور genuine لوگوں کو appoint کریں۔ جناب والا! اسکے علاوہ ایک جو سب سے بڑی بدقتی اس صوبے کے ساتھ وہ یہ ہے کہ یہاں فیڈرل کے ایسے محکمے ہیں۔ اگر انکی مرضی ہو تو وہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ گزشتہ ادوار میں یہاں ایک کمیٹی آئی تھی۔ انہوں نے سریاب کشم پوسٹ، چمن سے آتے ہوئے دو تین پوٹھیں خھیں، لکپاس کشم پوسٹ اور بلیلی کشم پوسٹ کو ختم کرایا تھا۔ شیلاباغ، ایک ختم کرایا تھا جی۔ لیکن ہوا کیا کہ جب یہ case والپس آیا تو یہ والپس چونکہ لوگوں کا interest ہے۔ وہ گورنمنٹ چلی گئی۔ تو یہ ساری پوٹھیں بحال ہو گئیں۔ آہستہ آہستہ ان پوٹھوں پر یہ کہا جانے لگا کہ یہ ہم نے public safety کیلئے بحال کیں۔ پھر آہستہ آہستہ checking شروع ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ اس پر لین دین شروع ہوا۔ یہ وہ پوٹھیں ہیں جن پر کوئی checking نہیں ہوتی ہے۔ یہ وہ کشم پوٹھیں ہیں جن پر کوئی اسٹائلنگ نہیں روکی جاتی ہے۔ صرف legal business کو وہ disturb کیا جاتا ہے۔ ان سے پیسے مانگے جاتے ہیں۔ جناب والا! ان پوٹھوں کا کوئی وہ اثر نہیں ہے اور نہ یہ ریکارڈ پر ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے آپکے توسط سے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنی پہلی فرصت میں یہ پوٹھیں، انکے متعلق دریافت کریں۔ اور ان پوٹھوں کو جو کشم پوٹھیں ہیں، انکو یہاں سے ختم کریں۔ بیشک public-safety کیلئے اگر پولیس لیویزیا F. کچھ کر رہی ہے، تو وہ بالکل کریں۔ لیکن قصداً پیک پوسٹ یہ بالکل ختم کئے جائیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں میری ایک اور گزارش ہے کہ پاکستان میں جو اچھے active جو کار پوریشنز ہیں، وہ کوئی چالیس ہیں۔ ان میں PIA بھی ہے، ریلوے بھی ہے، نیشنل بینک بھی ہے، ایگر لیکچر

بینک بھی ہے۔ آج تک بلوجستان سے کوئی بھی ایک، دو کے سوا جوڈ پوپیشن پر ہیں۔ ان کا روپوریشن میں کوئی نمائندہ نہیں گیا ہے۔ میری وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست ہے کہ ان کا روپوریشن کے تمام heads letter لکھیں۔ کہ ان کا روپوریشن میں بلوجستان کی نمائندگی کون کر رہا ہے؟۔ کون بلوجستان کا ڈائریکٹر ہے؟ جناب والا! میں آپکو ایک دلچسپ قصہ سناتا ہوں۔

جناب اسپیکر: آغا صاحب! تھوڑا time کا خیال رکھیں۔ یہ قصہ کہانیاں بعد میں بھی آپس میں بیٹھ کر لیں گے۔
سید لیاقت علی آغا: ٹھیک ہے جی آخری بات، ان سے گزارش ہے کہ ان سے دریافت کریں کہ کون، کونی پوسٹوں پر، بلوجستان کے کون کوں سے ڈائریکٹر زکام کر رہے ہیں۔ اور اُسکے بعد جو میں آپکو واقعہ سنارہتا ہے۔ شاید آپکو بھی اُسکا علم ہے۔ کہ ایک دن میں PIDC آفس گیا۔ تو ایک آدمی کا بورڈ لگا ہوا تھا ڈائریکٹر فرام بلوجستان۔ میں اندر گیا تو ایک آدمی بیٹھا تھا۔ میں نے کہا ”بھائی! آپ بلوجستان کے کس ضلع سے ہیں؟ کونے ڈوپیشن سے ہیں؟“ تو وہ ذرا حیران ہو گیا اور کہا ”نہیں جی! میں ڈوپیشن پر آیا ہوں“۔ میں نے کہا کہ میں اتنا ہٹا کھٹا موٹا آدمی ہوں، میں ڈوپیشن پر نہیں آ سکتا۔ تم جیسے single پسلی والا کیسے بلوجستان سے آ سکتے ہو؟“ تو یہ بات ہر ڈیپارٹمنٹ میں ہے۔ ہمارے نمائندے اُدھر ہیں۔ لیکن وہ بتا نہیں کہاں کہاں سے آئے ہوئے ہیں اور وہاں گئے ہوئے ہیں۔ تو میری وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ وہ آسمیں پوری دلچسپی لیں۔ اور تمام کارپوریشن میں بلوجستان کی صحیح نمائندگان بھیں۔ جناب والا! آخری بات کہ گزشتہ تین مہینے سے پریم کورٹ، بلوجستان ہائی کورٹ، ان سب نے postings بلوجستان میں بند کی ہوئی ہیں۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج بھی بلوجستان میں پریم کورٹ کے Orders violate کیا جا رہا ہے۔ ہائی کورٹ کے Orders کیا جا رہا ہے۔ اور postings department میں ہوئی ہیں۔ فارسٹ ڈیپارٹمنٹ میں postings ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں ایک لکھ مریض میں postings ہوئی ہیں۔ یہ کس کھاتے میں ہوئی ہیں؟ میری وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ درخواست ہے جو بھی Order violate کیا گیا ہے۔ اُن تمام postings کو منسوخ کیا جائے۔ اور اُنکی جگہ competent اور qualified لوگوں کو بھرتی کیا جائے۔ بڑی مہربانی جناب! اللہ حافظ۔

جناب اسپیکر: thank you۔ مہربانی آغا صاحب۔ اپوزیشن کی طرف سے محترمہ شاہدہ روف صاحبہ!
محترمہ شاہدہ روف: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جناب اسپیکر! بہت شکریہ ہماری commitment تھی، شروع دن سے، گورنمنٹ کے ساتھ ہماری تقید برائے تعمیر ہوگی۔ اور ہم اُس پر قائم ہیں۔ اور پچھلے دو، تین دنوں

سے بجٹ کو بہت in-detailed discuss کیا جا رہا ہے۔ میرے ذہن میں کچھ ایسے points تھے جن کو highlight کرنا ضروری تھا۔

جناب اسپیکر: Order in the House, please تھوڑا دیہاں دیں۔ تھکا دینے والی چزیں ہیں۔ لیکن آپ کو بھی سُنتا ہے۔ اچھا ہے ناں دمڑ صاحب! آپ ابھی جا کر کیوں ڈیبو کو پھر مارتے ہیں، چھوڑیں۔ نہیں، نہیں جی۔ آئیں جی، اسم اللہ۔ میڈم! خاتون، اب floor اُنکے ساتھ ہے۔ وہ آپ اپنی تقریر میں سُننیں گے ناں وہ جو کیلوہ time تقریر ہو گئی آپکی، دوپھر کے کھانے کے بعد۔۔۔ (مداخلت) آپ کہیں جی point of order کہیں ناں۔ جی، جی خاتون! آپ بیٹھ جائیں۔

جناب عبداللہ جان بابت: نیشنل اسمبلی میں بھی جو نقاب پوش ہیں وہ بھی ایک تو خیال رکھنا ہے آپ نے اسمبلی کا، آپ کوئی خیال نہیں رکھتے ہیں۔ ادھر ہاٹل میں بھی لوگ جا رہے ہیں۔ نہ کوئی سیکیورٹی ہے نہ کوئی جان پہچان ہے۔ یہ جان پہچان ہونا چاہیے۔ ادھر آپکے جو visitors ہیں، یہ سارے آتے ہیں۔ پتا نہیں ہے un-known لوگ آتے ہیں۔ کچھ آپ بھی خیال رکھیں، اپنا administration کچھ سخت کریں۔ یہ بات میں نہ کہنی تھی۔

جناب اسپیکر: جی بالکل، مہربانی۔ میڈم دوسری دفعہ elect ہو کر آئی ہیں، پانچ سال پہلے بھی گزار چکی ہیں، اندازہ ہوتا ہے۔ جی میڈم!

محترمہ شاہدہ روف: میں ذرا آپ کو تھوڑا correct کر دوں۔ جناب اسپیکر! میں دوسری دفعہ نہیں بلکہ تیسری دفعہ یہاں آئی ہوں۔

جناب اسپیکر: تیسری دفعہ، آپ دیکھیں ناں تیسری دفعہ elect ہو کر آئی ہیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

محترمہ شاہدہ روف: اسکے لئے میں اپنی پارٹی کی بھی انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے مجھ پر trust کیا۔ اور انشاء اللہ آگے بھی اُنکی توقعات پر پورا اُتروں گی۔

جناب اسپیکر: جی میڈم!

محترمہ شاہدہ روف: دو، تین points جو واقعی اس نوعیت کے ہیں کہ انکو غور سے سُنا جائے۔ یہ قصے کہانیاں، یہ سب کچھ تو چلتا ہی رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دشمنوں کے شکار ملک میں جن مسائل کا شکار ہیں۔ آج وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب اپوزیشن میں ہوں، حکومت میں ہوں، ایک نقطے پر اکٹھے ہو کر ان مسائل کے حل کی بات کریں۔ دو، تین points جن کو highlight کرو گئی۔ تعلیم اور تعلیمی پالیسیوں کے

حوالے سے جو بات کی گئی ہے، بجٹ میں۔ اور ہم سب بڑے خوش ہیں کہ تعیین کیلئے جو بجٹ مختص کیا گیا ہے وہ پہلے سالوں سے بہت زیادہ ہے۔ ایک request یہاں M.C. صاحب نہیں ہیں، جن سے میں آپکے توسط سے۔

جناب اسپیکر: سینئر منسٹر صاحب موجود ہیں، وہ نوٹس لیتے جائیں گے۔

محترمہ شاہدہ روف: کہ بجٹ تو ہم مختص کر دیتے ہیں۔ لیکن کیا اُس حساب سے ہم اپنے عوام کو deliver کر رہے ہوتے ہیں؟ سب سے بڑا question-mark یہاں آ جاتا ہے۔ تو ان چیزوں پر جو سب سے زیادہ focus کرنے کی ضرورت ہے کہ بجٹ مختص ہو گیا۔ لیکن وہ کن channels کے جا کر لوگوں تک پہنچ بھی پائے گا یا نہیں؟ تو اسکے اوپر check and balance through کر رہت ہے۔ جو چیز میرے خیال میں بجٹ کے اندر نہیں آئی ہے، وہ ہے پرائیویٹ اسکولز۔ یہ ہمارے معاشرے کا ایک مسلمہ حقیقت ہیں۔ جو ہماری قوم کو educate کرنے میں، واقعی ہی بہت contribute کر رہے ہیں۔ انکا ایک positive-role ہے۔ لیکن un-fortunately اُنکو بجٹ میں اُس طرح سے نہیں لیا گیا ہے۔ پرائیویٹ اسکولز کے اوپر کوئی system کا check and balance ہے۔ جسکی وجہ سے ماں باپ کو بہت زیادہ suffer کرنا پڑتا ہے۔ سرکاری اسکولز un-fortunately بالکل اس قابل نہیں، جہاں ہم اپنے بچوں کو پڑھا سکیں۔ ماں باپ بیچارے اپنی تنخواہ میں سے کس طرح سے arrange کر کے بچوں کو پرائیویٹ اسکولز میں بھیجتے ہیں۔ اور اسکے بعد آپ یہ دیکھ لیں کہ ان پرائیویٹ اسکولز کی جو مندوش صورتحال ہے، اسکو آج تک کسی نے check نہیں کیا ہے۔ یعنی ہم اپنے بچوں کو جس بلڈنگ کے اندر بھار ہے ہیں آیا وہ اس قابل بھی ہے یا نہیں؟ سرکاری اسکولز تو ایک طرف وہ جہاں ہم pay کر رہے ہیں، اتنا زیادہ۔ اُسکے بارے میں بھی ابھی تک question-mark ہے۔ تو اس چیز کو بھی check کرنے کی ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پرائیویٹ اسکولز فیسوں کے نام پر جو والدین کو لوث رہے ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ اساتذہ جو وہاں پڑھا رہے ہیں، اُنکو جو pay کر رہے ہیں۔ اُسکے فرق کو ضرور ذہن میں رکھیے گا۔ ہمارے یہ روزگار نوجوانوں کی اس مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، اُنکو بہت کم pay پر رکھا جاتا ہے۔ فیسیں لینی ہوں تو بہت بڑی amount۔ اور اگر آپ نے اپنے Teachers کو pay کرنا ہے تو وہاں آپ کنجوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ تو میری request یہ ہے کہ وہاں بھی ایک check and balance کا system وہ ضرور رکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے tenure میں ایک الگ سا ڈیپارٹمنٹ بناتا۔

Women Development کا مجھے پتا نہیں ہے کہ وہ ابھی تک exist کرتا ہے یا نہیں؟ اس بحث میں جو چیز، جو کمی ہم نے محسوس کی ہے کہ خواتین کی فلاج و بہبود کیلئے کوئی الگ سا شعبہ نہیں ہے۔ جب آپ یہ مانتے ہیں کہ خواتین آپکے معاشرے کا ایک حصہ ہیں۔ جو کہ آپکو back-up بھی کر رہی ہیں۔ جنکی آپکو ضرورت بھی ہے۔ تو جب انکی فلاج و بہبود کا اور انکے کاموں کا ذکر آتا ہے، تب آپ سب لوگ وہاں ہوتے ہیں۔ ایک خاتون کو represent کرتے ہوئے، ایک خاتون کے ہوتے ہوئے میری آپ سے گزارش ہو گی کہ Women Development کا جو ہمارا ایک department ہے، اُسکو please strong مزید کیا جائے مزید فعال کیا جائے۔ اُسمیں عورتوں کیلئے، وہ خواتین جو کہ گھر بیلو پیانے پر اپنے آپکی تھوڑی سی help کر رہی ہیں، انکو آسان شرائط پر قرضے فراہم کیے جائیں۔ تیسری بات جو میں کہنا چاہوں گی کہ بھلے گورنمنٹ نے سرکاری ملازمین کی تنخوا ہوں اور پیش میں اضافہ کیا ہے لیکن اگر آپ دوسری طرف دیکھیں جو مہنگائی کا طوفان برپا کیا گیا ہے اُسکے حساب سے تنخوا ہوں میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس پر ضرور نظر ثانی کی جائے۔ ایک فیڈرل گورنمنٹ سے related ہے لیکن کیونکہ M.C. صاحب ڈل کا اس سے تعلق رکھتے ہیں اور انکو اعتراف کرنا ہو گا کہ یہ کتنا ضروری ہے۔ ہم سڑکوں کی بات کرتے ہیں۔ اور ہم اتنی ڈورا فتادہ جگہ پر پڑے ہوئے ہیں کہ باقی ملک سے کٹھے ہوئے ہیں۔ ریل ایک بڑا چھاڑی یہ ہے ہمارے کوئی نہ کو باقی صوبوں سے ملانے کا۔ لیکن اسکی جو bad-conditions ہم سب کے سامنے ہیں۔ ایک بندہ جو کہ جہاز afford نہیں کر سکتا by-road، ہم نے safety question-mark کر دیا۔ اسکے بعد جو آمد و رفت کا ذریعہ ہے وہ ٹرین ہے۔ لیکن انکی جو حالت ہے، اگر صوبائی حکومت ہنگائی بنیادوں پر take-up کرے۔ تو ہمارے جو عوام ہیں انکا یہ مسئلہ حل ہو جائیگا۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ہم کر بلا کے ماحول میں رہتے ہیں، جہاں پانی ہمیں میسر نہیں ہے۔ آبنوشی کی اسکیمات کا ذکر کیا گیا، صاف پانی کا۔ صاف پانی تو ڈور کی بات ہمیں تو کوئی جیسے city میں رہتے ہوئے پانی میسر نہیں ہے۔ اسکا affect ہم نے پچھلی اسمبلی میں یہ دیکھا کہ جہاں ہمارے اپنے صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں عبدالرحمن جمالی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے کہاں ”کہ میں اسلئے late ہوا ہوں کہ میرے گھر ٹینکر نہیں پہنچا تھا“۔ یعنی اب اسمبلی بھی affectees میں آگئی ہے کہ واساکی وجہ سے ہم اسکے بھی مر ہوں منت ہو گئے ہیں کہ ہم لوگوں سے، یعنی ایک غریب لوگ تو اس چیز کو کرتے ہی تھے۔ ابھی ٹینکر مافیا نے جو اپنے rates بڑھائے ہوئے ہیں، وہ شاید ہمارے لیے بھی اب affordable نہیں رہے۔ تو اسکو بھی ہنگامی بنیادوں پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک اور چیز جس کو

میں mention کرنا چاہوں گی کہ ہمارے ہاں، ہمارے پورے ملک کا یہ مسئلہ ہے کہ ہم شخصیات کو بڑا strong کرتے ہیں۔ جو کہ ہمارے پیچھے رہ جانے کی وجہ ہیں۔ ہم نے کبھی یہ بہت نہیں کی کہ ہم اپنے اداروں کو strong کریں۔ جیسے ہی وہ strong شخصیت ہے گی، ہمارا وہ system پھر collapse ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے اس وقت کہ اداروں کے درمیان communication gap آ گیا ہے اسکو fill-up کیا جائے۔ شخصیات کو مضبوط کرنے کی بجائے اپنے system کو strong کیا جائے۔ تو یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہم امید کرتے ہیں کہ نئی آئینوں کی حکومت اس پر strongly emphasize کرے گی۔ اور ہماری نظریں اُن پر ہیں، جہاں ہماری ضرورت پڑے گی، اُنکو ہمارے contribution کی، ہم وہاں کریں گے۔ یہ دو، تین requests تھیں، جو آپ سے کرنی تھیں۔ بہت شکریہ آپ کا جناب اپسیکر!

جناب اپسیکر: شکریہ میڈم شاہدہ روف صاحبہ۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: جناب اپسیکر! ایک اہم issue ہے۔ اور اس بات کو آپکے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے دو مہینے میں یہاں کشم میں 50 ہزار گاڑیاں paid ہوئی تھیں۔

جناب اپسیکر: ہاں اگر وہ علیحدہ tackle کر لیں۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: اور پچھلے دنوں اسلام آباد ہائی کورٹ نے ایک Order issue کیا تھا کہ ان گاڑیوں کو ضبط کیا جائے۔ جبکہ 6 ارب روپے اس سے گورنمنٹ کو revenue ملا ہے۔

جناب اپسیکر: 12 ارب روپے۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: 12 ارب روپے گورنمنٹ کو revenue ملا۔ مہربانی کریں، گورنمنٹ آف بلوجستان کا فرض بتا ہے کہ وہ اس order کے مطابق stay please لے لے۔ اسکو stay لینا چاہیے۔ جناب اپسیکر! یہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے جبکہ 12 ارب روپے گورنمنٹ کو revenue ملا، اسکے باوجود کہتے ہیں ”کہ گاڑیوں کو ضبط کیا جائے“ یہاں کا انصاف ہے؟

جناب اپسیکر: صحیح بات ہے، ایک منٹ! آپ تشریف رکھیں۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: یہاں کی شرافت ہے۔

جناب اپسیکر: آپ تشریف رکھیں۔

میر عبدالکریم نوшیر وانی: کورٹ کو یک طرفہ طور پر فیصلہ نہیں دینا چاہیے۔ اور پاکستان کی کمپنیوں نے جو یہ فیصلہ کیا تھا، جہاں گاڑیوں کو protect کرتے ہیں۔ تو انکو بھی دیکھنا چاہیے کہ یہاں 50 ہزار گاڑیاں

جو customs paid on the record ہوئی ہیں۔ اور 12 ارب روپے گورنمنٹ کو فائدہ ہوا ہے۔ اسکے باوجود ہم گاڑیاں ضبط کر دینگے۔ کیا جنگل کا قانون ہے۔ یہ کہاں کا قانون ہے؟ بڑے بڑے لوگوں کی گاڑیوں کو والدہ اگر کوئی ہاتھ لگائے۔ ہم جیسے غریبوں کی، سب سے پہلے کہتے ہیں ”کہ اسکور وکو“۔ اسکے لیے stay لینا ہے جناب اسپیکر! کس کو stay لینا ہے؟ گورنمنٹ بلوچستان کو فوراً اسکا stay لےتاکہ لوگوں کی گاڑیاں نجک جائیں۔

Thank you Mr.Speaker.

جناب اسپیکر: thank you بیٹھیں۔ ڈیپارٹمنٹ خود بھی جائیگا۔ thank you۔ نواب شناع اللہ! اس پر please immediately respond کریں۔ کیونکہ affectees بلوچستان کے بہت سے لوگ ہوئے۔

نواب شناع اللہ خان زہری (صوبائی وزیر): میر عبدالکریم نوشیر وانی Thank you Mr.Speaker. صاحب نے بہت اہم مسئلہ اٹھایا ہے۔ چونکہ سارے بلوچستان کا مسئلہ ہے اسیں خصوصاً پشتوں، بلوج بیلٹ کے لوگ زیادہ تر متاثر ہیں۔ اور خصوصاً پشتوں بیلٹ کے لوگ اس سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ اور یہ منشی فیڈرل گورنمنٹ نے جاتے جاتے دی تھی۔ اسیں میرے خیال ہزاروں کی تعداد میں گاڑیاں لوگوں نے -----(مداخلت)

میر عبدالکریم نوشیر وانی: نواب صاحب! 50 ہزار کے قریب گاڑیاں ضبط کی گئی ہیں۔
جناب اسپیکر: بولنے دیں۔

نواب شناع اللہ خان زہری (صوبائی وزیر): جی ہاں، 50 ہزار کے قریب گاڑیاں جمع ہوئی ہیں۔ تو ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ میری آپ سے بھی request ہے کہ آپ سیکرٹری لاء سے کہیں کہ وہ آئیں یہاں ہم ایک کمیٹی بناتے ہیں سب کی، اس مسئلے پر بیٹھیں گے۔ تاکہ ہم اس مسئلے کو کس طرح tackle کریں۔ ہم دیکھیں کیونکہ Court میں بھی یہ مسئلہ ہے۔ اور Court نے بھی شاید اس پر stay دیا ہوا ہے۔ تو یہ فوری نواعت کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لوگ اس مسئلے میں کافی پریشان ہیں۔ دونوں sides پشتوں اور بلوج بیلٹ سے۔ اور جس طریقے سے لوگوں کو، غریبوں کو لوٹا گیا ہے، ان سے پیسے لیے گئے ہیں۔ اور کسی نے اپنی گاڑی کیلئے دولا کھدیے ہیں۔ کسی نے چار لاکھ، کسی نے اڑھائی لاکھ، کسی نے دس لاکھ۔ تو یہ سب کے پیسے ڈوب رہے ہیں۔ تو Court کا بھی مسئلہ ہے۔ تو اس مسئلے پر میں سمجھتا ہوں کہ آپکی راہنمائی کی بھی ہمیں ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم عوام سے ہیں۔ عوام کے مسائل پر جب ہم بات نہیں کریں گے، عوام کے مسائل کو ہم اسمبلی

میں tackle نہیں کریں گے، اپنے مسئلے پر تو ہم تو بولتے رہتے ہیں۔ ”کہ جی! یہاں بھلی ہوئی چاہیے، یہاں پانی ہونا چاہیے، وہ بھی عوام کے مسئلے ہیں۔ یہ بھلی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اگر فیڈرل گورنمنٹ کا اسمیں مسئلہ ہے تو اس پر میں آپ لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کیلئے تیار ہوں۔ میں اور چیف منستر صاحب دونوں بات کریں گے اور باقی اگر اسمیں کچھ قانونی تقاضے ہوں اسمیں آپکی راہنمائی کی ضرورت ہوگی۔ اپنے چیبیر میں لا اسکریپٹری کو بُلائیں۔ اور ان سے kindly اس مسئلے پر بات کریں۔ یہ فوری نوعیت کا مسئلہ ہے۔ جی۔ جی۔

جناب اسپیکر: جی بالکل، پھر کر لیتے ہیں اسکے بعد۔ آپ میرے خیال میں point of order پر ہیں؟
جناب رحمت علی بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! آپ اسمبلی اجلاس کے دوران تمام سیکریٹریز کو پابند کریں کہ وہ اسمبلی اجلاس کے دوران اپنی حاضری کو یہاں یقینی بنائیں۔ اور FBR نے اتنا tax لیتے ہوئے پھر بھی وہ stay کیلئے نہیں جائیگا۔ آپ رولنگ دے دیں یا پھر مشترکہ قرارداد، ہم لا جائیں گے۔

جناب اسپیکر: دیکھیں ہم as a اپنے صوبے کی نمائندگی کرتے ہوئے۔ جی سردار کھیتراں صاحب بات کر لیں پھر میں بتاؤں گا۔

سردار عبدالرحمن کھیتراں: میں اس پر گزارش کروں کہ مسئلہ یہ ہوا کہ اسلام آباد ہائی کورٹ نے FBR کو انہوں نے touch one-sided فیصلہ دیا ہے۔ یہی نہیں کیا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آپ FBR کے Chairman کے رابطہ کر کے اسکی as a Custodian of the House. revision میں جائیں۔ اسی ہائی کورٹ میں۔ اور پارٹی بنیں جو FBR ہے، اسکو سنا جائے۔ اگر پھر بھی اسکے خلاف فیصلہ آتا ہے تو سپریم کورٹ میں گورنمنٹ آف بلوچستان کی طرف سے، کیونکہ سب سے زیادہ affect ہم کر رہے ہیں اسکو۔ گورنمنٹ آف بلوچستان کی طرف سے اور FBR کی طرف سے مل کر، پارٹی بن کر سپریم کورٹ میں اسکی اپیل میں جانا چاہیے۔

جناب اسپیکر: جی بالکل ہم اپنا جو next forum ہے اسیں چلے جائیں گے appeal میں۔ جی، جی عبدالکریم صاحب!

میر عبدالکریم نوشیروانی: جناب اسپیکر! یہ ایک اہم issue ہے، یہ صوبے کا issue نہیں بلکہ پورے پاکستان کا ہے sir۔ یہی گاڑیاں کراچی والوں نے یہاں paid کی تھیں۔ یہی گاڑیاں آپکے اسلام آباد والوں نے کی تھیں۔ فرنیز کے لوگوں نے کی تھیں۔ اور اس وقت کے اعداد و شمار میرے پاس ہیں 52 ہزار گاڑیاں paid ہوئی ہیں، جسمیں گورنمنٹ کو 12 ارب روپے کا income ہوا ہے۔ اسکے باوجود جیسا کہ سردار صاحب

نے فرمایا یہ one-sided فیصلہ ہے۔ اور اسکے لئے گورنمنٹ آف بلوچستان کو پارٹی بننا چاہیے۔ اسکا فوراً stay لینا چاہیے۔ تاکہ اسکا implement کرنے ہو۔ اگر تو کون اپنی گاڑی دے گا؟ یہاں sir دو طرفہ لوٹ ماری ہوئی ہے، ایک دلالوں کی۔ جو کہ ایک side Customs پر کے اراکین تھے، دوسرا Custom کے دلال تھے۔ دلال بھی لیتے تھے اور یہ والابھی لیتے تھے۔ یہاں لوٹ مار کے باوجود گاڑی اسکے حوالے کی گئی۔ یہاں کا انصاف ہے؟ بہت مہربانی sir، میں آپ کا مشکور ہوں Thank you sir.

جناب اسپیکر: آپ اپنی تقریر میں اسکواٹھا ہائے گا۔

میر سرفراز احمد یگٹی: جناب اسپیکر! FBR والے سپریم کورٹ گئے ہیں، اور آج شاید Stay-Order آ رہا ہے۔

جناب اسپیکر: لیکن میرے خیال میں FBR کے علاوہ اپنے صوبے کے لوگوں کے rights کو protect کرنے کیلئے میں C.M. صاحب سے یہی گزارش کروں گا کہ We should also go forAppeal. اپنے لوگوں کیلئے کیونکہ ہم بلوچستان کے لوگ سب سے زیاد affect ہوتے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: اگر اجازت ہو۔ معاملہ تو subjudice ہے۔ لیکن اسمبلی کے اندر آپ بول سکتے ہیں۔

جناب اسپیکر: جی، جی۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: معاملہ واقعی serious ہے۔ لوگوں سے pay duties کرالیتے گئے ہیں۔ گاڑیاں وغیرہ لے لی ہیں۔ ابھی سپریم کورٹ کا ہمارا وہ کہتے ہیں ”نہیں یہ گاڑیاں غلط ہیں۔“

جناب اسپیکر: تو ہائی کورٹ اسلام آباد نے یہ فیصلہ دیا ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: وہ غلط کیا ہے۔

جناب اسپیکر: اُسکی Appeal کی گنجائش ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: میں سمجھتا ہوں ہماری اسمبلی کے through یہ جو بات ہوئی ہے، اسی کو ایک recommendation یا قرارداد بنا کر کے pass کر دیں ”کہ بھئی! زیادہ تر اسکے affectees بلوچستانی ہیں۔ وہ already انہوں نے لی ہوئی ہیں۔ گورنمنٹ کو revenue ہوا ہے۔ گورنمنٹ کو loss نہیں ہوا ہے۔“

جناب اسپیکر: صحیح بات ہے۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: اچھا یہی گاڑیاں پھر بھی روڈوں پر چلیں گی۔ اگر ڈیوٹی نہیں دینے گئے ہمیں اسکے بعد بھی روڈوں پر چلیں گی۔ پہلے بھی چلی ہیں۔ اسکو اگر ایک قرارداد کی شکل دے کرتا کہ highlight ہو جائے۔ آگے اسلام آباد میں نہیں پورے ملک پر اسکا فرق پڑتا ہے۔

جناب اسپیکر: وہ کر لیں گے، جیسے ہی یہ بجٹ pass ہو جائیگا۔ اسکے بعد ان چیزوں کو up take-up کر لیں گے۔ اور میں CM صاحب سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ اپنے صوبے کے لوگوں کے rights کی protection کیلئے، ہم لوگ بھی پارٹی بن جائیں۔۔۔ (مداخلت - شور)

میر عبدالکریم نوшیروالی: جناب اسپیکر! point of order (ماہیک بند۔ مداخلت - شور)

جناب اسپیکر: وہ بعد کی بات ہے، پہلے ہم تو کورٹ میں جائیں گے نا۔ جی جی وہ بھی سمجھ رہے ہیں اس بات کو۔ کوئی اپنی گاڑی کسی کے حوالے نہیں کرنا چاہتا۔ جی! سید رضا صاحب please take the floor اسکو آگے بڑھاتے ہیں، آتے ہیں اس پر۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اسپیکر صاحب! ایک اہم مسئلہ ہے، گزشتہ دنوں پنجگور میں ۔۔۔

جناب اسپیکر: میرا خیال ہے point of orders کا time تو نہیں ملا ہے، رحمت صاحب! آپ پرانے Parliamentarian

جناب رحمت علی بلوچ: جناب! پنجگور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر hospital باکل تباہ تھا گزشتہ دنوں MSD کی دوائی بازار میں یچھے ہوئے تمام میڈیکل اسٹورز پر، ان میں سے تین چار گرفقار بھی ہوئے ہیں۔ اُنکے خلاف F.I.R بھی درج ہوئی ہے۔ اور تمام media میں آ گیا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ وہی خواب خرگوش میں ہے۔ اُس نے میڈیکل سپرنڈنٹ سے جواب طلب کیا ہے نہ DHO سے۔

جناب اسپیکر! آج دنیا سے ہمیں بھیک ملتی ہے، مہلک بیماریوں کی vaccination کیلئے vaccine ملتی ہے۔ سات ہزار پیٹائیٹس بی اور سی کی vaccine پنجگور میں تلف کی گئی۔ اور ان کے جو immunization کے پیسے آتے ہیں، وہ پیسے ان لوگوں نے ہڑپ کر دیتے۔ میں گزارش کروں گا Leader of the House سے کہ اس مسئلے پر فوری طور پر ہیلائھ ڈیپارٹمنٹ کو پابند کیا جائے۔ میڈیکل سپرنڈنٹ بشوں DHO اُنکو suspend کر کے اُنکے خلاف inquiry conduct کی جائے۔

جناب اسپیکر: جی! میرے خیال میں آپکو House کو اعتماد میں لے لوں گا۔ عبدالکریم صاحب please تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں۔ ہم نے بجٹ کی تقاریب مکمل کرنی ہیں۔

جی! وہ اپنی تقریر میں کہہ دیجئے گا۔ جی، جی یا اپنی تقریر میں mention کریں۔ رضا صاحب!

جناب عبداللہ جان بابت: وہ گاڑیاں، دوائیں جو ہیں، وہ بازار میں بیچتے ہیں۔

جناب اسپیکر: اپنی بجٹ کی تقریر کریں۔ کر لیں گے بابت صاحب! آپکی تقریر آجائیگی اسمیں یہ point-out کر لیں please۔ جی، جی، چلیں جی رضا صاحب! The Floor is with you! (ماغلت۔ شور) مطلب اتنے پرانے زمانے کی بیماریاں لگی ہوئی ہیں۔ کریم صاحب! تشریف رکھیں۔ یا اپنی تقریر میں بات کر لیں آپکی فناں کی تقریر۔ جی رضا صاحب! عبدالکریم صاحب! easy ہو جائیں۔ میرے چیمبر میں جائیں، کافی چائے پی کر آئیں۔ جی رضا صاحب!

سید رضامحمد: ﷺ سے متعلق مطلب اتنے پرانے زمانے کی بیماریاں لگی ہوئی ہیں۔ شکر یہ اسپیکر صاحب! سب سے پہلے میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پڑا۔ اکٹھا مالک صاحب اور انکی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ان حالات میں اور انتہائی مختصر و قفقے میں اس سے زیادہ بہتر کوشش نہیں کی جاسکتی تھی۔ جناب اسپیکر! میں تین components کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

جناب اسپیکر! ان سب پر باری باری بات کرنے سے پہلے میں millenniums development goals کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا کہ 2000ء میں hundred and eighty nine countries along with Pakistan.

کہ by the year 2015 آٹھ مختلف components پر قابو پانے کیلئے ایک معاهدہ ہوا تھا سارے ممالک میں، اسی میں پاکستان بھی شامل تھا۔ اور اسی میں سب سے سرفہrst جو چیز تھی۔ وہ تھی غربت کا خاتمه۔ نمبر 2

تعلیم۔ نمبر 3 صحت۔ نمبر 4 پینی کا صاف پانی۔ پانچوں نمبر پر gender equality اور چھٹے نمبر پر بچوں کی قبل از وقت پیدائش اور infant mortality rate control پھر آلوگی پر control اور پولیو، پپٹاٹا میں اور

HIV پر control۔ جناب اسپیکر! آج کے ترقیاتی دور میں اگر ہم نے اقوام عالم میں اپنی ایک ساکھ بنانی ہے۔ اگر عزّت اور وقار سے زندگی گزارنی ہے۔ تو اسکے لیے یہ کرنی جو چلتی ہے۔ سلسلہ راجح الوقت، وہ ہے

democracy، جمہوریت۔ جس پر بار بار شب خون مارا گیا۔ اور جتنی ہماری بدنامی ہوئی، سارے زمانے میں۔ وہ ایک طرف اور آج جن حالات کا ہمیں سامنا ہے وہ سب مختلف Dictators کے ہیں۔ اسکے علاوہ

بین الاقوامی معاملات میں ہماری contribution کیا ہے؟ ایک قوم as a Pakistani

contribution کی میں نے بات کی۔ مداخلت کی نہیں۔ ہمارا یہ الیہ رہا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو champion سمجھنا شروع کیا۔ اور ہر ایک کے معاملات میں ہم نے دخل اندازی کیں۔ جو کا خمیازہ آج تک

ہم بگھت رہے ہیں، مختلف صورتوں میں۔ اور پھر بین الاقوامی معابدوں کی پاسداری۔ یہ ایک بین الاقوامی معابدہ تھا (MDG Millennium Development Goals)۔ اُسوقت 2000ء میں جب ہم نے یہ معابدہ sign کیا تو ہمیں 15 سال بہت زیادہ لگے تھے کہ شاید 15 سالوں میں ہم یہ achieve کر لیں گے۔ لیکن ساڑھے تیرہ سال گزرنے کے باوجود، اسوقت ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کن کن چزوں تک ہماری رسائی ممکن رہی ہے۔ کیا کیا مسئلے ہم نے حل کیئے ہیں یا حل کرنے کی کوشش کی ہیں؟ وہ سب ہمارے سامنے ہیں۔ صرف ایک چیز جس پر خیر یہ ہم کہہ سکتے تھے۔ وہ تھا پولیو، کہ دوسارا پہلے ہم نے پولیو پر قابو پایا تھا۔ لیکن اُسکے بعد بہت زیادہ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے ہمیں کہ اسوقت دُنیا کے تین ممالک ایسے ہیں۔ جہاں پولیو اب بھی موجود ہے۔ وہ ہے پاکستان، افغانستان اور نانجیہی یا۔ ہم کس صفت میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں؟ (MDG) پر ستحط کرنے کے باوجود۔ یہ معابدہ کرنے کے باوجود۔ اب جب کہ ایک متوازن بجٹ پیش ہوا ہے بلوجستان کے حوالے سے۔ میں خصوصیت کے ساتھ یہ بات کروں گا کہ انشاء اللہ کوشش ہماری یہ ہوگی۔ اور ہونی بھی چاہیے کہ اس شرمندگی سے بچنے کیلئے جو ذریعہ سال کا عرصہ اب بھی ہمارے پاس ہے کہ اگر جو ہدف ہمیں دیا گیا تھا اُسکو achieve کر سکتے۔ کم از کم ہم اُسکے نزدیک پہنچنے کی کوشش کریں۔ جناب اسپیکر!

law and order situation کے حوالے سے میں بات کروں گا کہ سردار بہادرخان و مدن یونیورسٹی اور بولان میڈیا یکل کمپلیکس میں جو کچھ ہوا۔ اُسمیں بہت ساری باتیں ہوئیں۔ لیکن اُسکے بعد جب briefing دی گئی و زیرِ اغلفہ چودھری شار صاحب کو۔ میں آئی جی صاحب کے خیالات سن کر اور انکی vision جو انہوں نے دی تھی، تو I was very shocked کہ چیزوں کو دیکھنے کا، مسائل کو حل کرنے کا ہمارا کس قدر ہے۔ اسی لیئے تو ہم کسی معاملہ کو identify نہیں کر پاتے۔ کسی مسئلے کو identify کری نہیں سکتے۔ اُس مسئلے کو حل کرنے کی نوبت تو بہت بعد کی بات ہے۔ سب سے پہلے اُسکو identify کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے بات کی Radicalization of political parties لیکن انہوں نے اداروں کی بات نہیں کی، کہ ہمارے ادارے کس قدر Radicalize ہو چکے ہیں۔ even ہمارا میڈیا اس سے مبرانہیں۔ ہمارا میڈیا تک Radicalize ہو چکا ہے۔ اب کہیں جا کر انہوں نے باتیں کرنا شروع کی ہیں اُن elements کے خلاف جو پاکستان کے دشمن ہیں۔ جو پاکستانی عوام کے دشمن ہیں۔ جو ہمارے اداروں کو تھوڑے کے درپے ہیں۔ اور کسی بھی موقع پر پاکستان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے سے وہ دریغ نہیں کرتے۔ ایک اور بات انہوں نے

کہی تھی اپنی briefing میں کہ فلاں جگہ سے Literature آ رہا ہے۔ اور فلاں جگہ سے انکو پیسے مل رہے ہیں۔ جناب اپیکر! انکو روکھنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ اتنا سارا پیسہ جو خرچ ہو رہا ہے ان Agencies پر تو یہ کس مرض کی دوا ہیں؟ آیا یہ خود مسئلے کا ایک حصہ ہیں۔ یا مسئلے کو حل کرنے کیلئے ہیں۔ اس بات پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور پھر literature کی انہوں نے بات کی۔ آج کے اس ترقی یافتہ وَور میں جناب اپیکر۔ انٹرنیٹ پر ناشائستگی۔ گالم گلوچ اور نازیبا الفاظ استعمال کیتے جانے کا ایک بازار گرم ہے۔ اُسکو روکنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ کیا Cyber crimes پر کچھی انہوں نے سوچا؟ اور اسکے علاوہ انہوں نے ایک اور بات کی ”کہ یہ فرقہ واریت ہے“۔ پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا اور اب دوبارہ میں دھراوُنگا کہ فرقہ واریت Syria میں ہو رہی ہے کہ جہاں دو طرفہ لڑائی جاری ہے۔ یہاں تو یک طرفہ نسل کشی کیجا رہی ہے۔ یک طرفہ ٹارگٹ کلنگ کیجا رہی ہے۔ اور اب تو کوئی بھی ادارہ محفوظ نہیں رہا۔ جہاں ہمارے پڑوس ممالک میں کھیلوں کا میلہ سُج رہا ہے۔ جہاں ہمارے پڑوس ممالک میں festivals لگتے ہیں۔ وہاں لوگوں کو سیاحت کیلئے ترغیب دی جا رہی ہے۔ ہمارے یہاں کوئی مسجد نہیں جا سکتا۔ ہمارے یہاں عیسائیوں کے محل جلاۓ جا رہے ہیں۔ ہمارے یہاں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ اور مذہب کے نام پر۔ جناب اپیکر! ان ساری چیزوں کو دقتیں اور بہتر انداز میں دیکھنے کیلئے ایک vision چاہیے۔ اور واقعی اگر ہم ان مسائل کو Law and order کے حوالے سے حل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی سطحی فکر سطحی سوچ چھوڑ کر انہائی گہرائی میں جا کر اس کا مطالعہ کرنے کی اور اسکی نیچے کنی کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔ اور انشاء اللہ وہ دن دُور نہیں ہو گا کہ ہم اس مسئلے پر قابو پاسکیں۔ ایک اور بات کہ بار بار یہ کہا جاتا ہے ”کہ دہشتگردی کے جن پر قابو نہیں پایا جا سکتا“، تو جناب اپیکر! تمن ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ہم ان پر توجہ دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دہشتگردی پر قابو پاسکیں۔ نبروں border security۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ پنجاب کے علاوہ خصوصاً خیبر پختونو اور ہمارا صوبہ دہشتگردی کی بدترین زد میں ہیں۔ وہ بار ڈر سیکورٹی نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور دوسری بات money لا گئ رینگ۔ پیسہ کہاں سے آتا ہے انکو۔ کس طرح سے، کن وسائل سے، کن ذریعوں سے؟ اسکو check کرنے کی ضرورت ہے۔ اور تیسرا نمبر پر justice۔ یہ سارے elements۔ سب سے پہلے ہمیں انکو identify کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر They shoud be brought to justice۔ انکو کٹھرے میں لا کر جب تک یہ انہیں سزا نہیں دیجائے گی۔ وہ چھوٹتے رہیں گے۔ اسی طرح جیلوں سے بھاگتے رہیں گے۔ یہ مسئلہ کبھی بھی حل نہیں ہو سکتا۔ جن ممالک نے ان چیزوں پر control کیا، انہوں نے دہشتگردی کے جن پر قابو پالیا۔ اب واپس ہم آتے

ہیں اپنے مسائل کی طرف۔ اور بجٹ سے اُنکے تعلق کے حوالے سے۔ جناب اپسکر! poverty کی بات کی۔ غربت کے خاتمے کی بات کی گئی۔ تو unfortunately report جو پچھلے سال آئی تھی۔ وہ میں پڑھکر سنانے کیلئے اجازت چاہوں گا۔ According to the MDG report. development indicators for Balochistan continues to be leading behind the national averages. Targets to half poverty and hungered by 2015 are unlikely to be met. جناب poverty کے حوالے سے یہ رپورٹ ہے ہمارے صوبے کیلئے۔ کہ ہو ہی نہیں سکتا کہ 2015ء تک ہم اپنے اہداف تک پہنچیں۔ پھر بات ہو گی تعلیم کی۔ جناب اپسکر! ہمارے ہی صوبے کا ایک علاقہ ہے موی خیل۔ حاجی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کا ratio ہے، only 2%۔ آج کے دوسریں، اس ترقی یا فتنہ دوسریں، کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ خواتین کی تعلیم کا ایک خاص علاقے میں صرف 2% ہو۔ ہم موی خیل تک کیوں جائیں۔ بات کرتے ہیں کوئی شہر کی۔ کوئی شہر میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق وہ بتاتے ہیں کہ 47%۔ جبکہ آزاد ذرائع کا کہنا ہے کہ it is less-than 30% transparency کی گئی ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ اتنا براقدم اٹھا تو لیا ہے ہم نے، آپ نے۔ سب سے بڑی بات ہے transparency کی۔ اب اس رقم کو transparent انداز میں، شفافیت کیا تھے کس طرح سے خرچ کرنا ہے۔ جہاں جہاں اسکی ضرورت ہے۔ پھر اسکے بعد check and balance کس طرح سے رکھنا ہے۔ یہ بہت زیادہ ضروری ہے۔ other-whise یہ پیسہ بھی دوسروں کی جیبوں میں چلا جائیگا۔ اور یہ بہت سارے لوگوں کے foreign accounts کے حوالے سے آیک اور ہمارے چیز کوئی طرف آتے ہیں۔ child mortality rate کے حوالے سے آیک اور shocking news کہ 72 out of 1000 child mortality ratio ہے ہمارا۔ انگولا جو سب سے آخر میں ہے۔ اُسکا ہے 84۔ تو اُسکے اور ہمارے بیچ کوئی فرق نہیں ہے۔ اور وہ دن دُور نہیں جب ہم اُس تک جا پہنچیں گے۔ سنگاپور میں child mortality ratio ہے وہ only 2 out of 1000۔ انفغانستان جو جنگ زدہ ملک ہے، وہ ہم سے بہتر ہے۔ عراق جو جنگ زدہ ملک ہے وہ ہم سے بہتر ہے اس سلسلے میں۔ صحت کے حوالے سے جناب اپسکر! صحت کی facilities کو تو آپ ایک طرف چھوڑ دیجیے کہ وہاں کتنی facilities ہیں اور کیا کچھ مل رہا ہے۔ اُسکا سب

سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس House میں بیٹھا ہوا ہر شخص even ہمارے نہمان صاحبان، کتنے لوگ ہیں کہ جوں ہی علاج کی بات ہوتی ہے تو سب سے پہلا نام جوڑہن میں آئے وہ کراچی یا اسلام آباد، آغاخان۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو یہاں اپنا علاج کروانا چاہیں گے۔ اگر انکے بس کی بات ہے تو۔ یماری کچھ ہوتی ہے اور diagnose کچھ اور ہو جاتا ہے۔ رقم مختص کی گئی ہے صحت کے شعبے میں۔ لیکن check and balance رکھنا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ جس طرح نواب محمد خان شاہوی صاحب نے انتہائی شائقی balance کے ساتھ انتہائی مضمون انداز میں اس بات کی نشاندہی کی کہ کب تک ہم مسائل کا ذکر کرتے رہیں گے آیا ان مسائل کو سنجیدگی سے حل کرنے کی کوشش کریں گے یا نہیں؟ میں اس سلسلے میں بالکل اُن سے اتفاق کروں گا۔ پھر gender equality کی بات کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ برف باری کے دنوں میں آپ اُمید لگائے رکھیں کہ آم اُگے گا۔ تو جناب اپیکر! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ کیونکہ کھانے کا وقفہ بھی ہونے والا ہے۔ اور بہت سارے دوست شاید گھری کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ با تین بہت ساری ہیں۔ بہت زیادہ باتیں کرنی ہیں۔ جاتے جاتے ایک واقعہ کام میں ذکر کروں گا۔ 2000 and 09 I was in Malaysia۔ وہاں میں لے جایا گیا، ایک ادارے میں۔ جسکا نام تھا integrity Malaysia。 انہوں نے ہمیں briefing میں یہ بات بتائی کہ 1988ء میں انہوں نے اپنے لیئے ایک ہدف مقرر کیا تھا۔ اس ادارے کا تعلق corruption کے حوالے سے کہ corruption کے ratio کو اس طرح سے لگھایا جائے۔ انہوں نے 1988ء میں اپنے لیئے ایک ہدف مقرر کیا تھا بیس سال کا کہ بیس سال میں وہ اسکو 9% سے لیکر 5% تک لا نہیں گے۔ اور آپکو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ صرف آٹھ سالوں میں، انہوں نے اگلے آٹھ سالوں میں، 1996ء تک اس target کو حاصل کر لیا تھا اور پھر 2009ء میں یہ only 2.1% تک بات پہنچی تھی۔ اچھا corruption کے اس index میں کروڑوں کا معاملہ نہیں تھا۔ اس میں سو سو بیکوں کا مسئلہ نہیں تھا۔ اس میں دشمنگردی کا کوئی معاملہ نہیں تھا۔ corruption میں صرف یہ بات تھی کہ ٹیکسی ڈرائیور نے کسی foreign visitors کو راستہ ذرا زیادہ گھما کر کے اس سے charges لیتے تھے۔ اسیں سارے اس طرح کے cases تھے۔ وہ بھی corruption کے معاملے میں انہوں نے ڈال دیتے تھے۔ جناب اپیکر! اگر ہم واقعی goals set کرنا چاہتے ہیں اپنے لیئے تو اسکے لیئے ہمیں مخلصانہ کوشش کرنی پڑیں گی۔ otherwise صرف باتیں کرتے رہیں گے۔ رقم مختص کرتے رہیں گے۔ اس سے کوئی بات نہیں بنے گی۔

ہمیں واقعًا سنجیدہ ہو کر، جو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ House میں جتنے سارے لوگ آئے ہیں۔ ماشاء اللہ سارے vision رکھتے ہیں۔ سب کا یہ ہدف ہے کہ جو کچھ ہوا وہ ہوا اب نہیں۔ اگر واقعی ہم سنجیدہ ہیں اسی میں کہ اب نہیں تو انشاء اللہ وہ دُور نہیں کہ ہم اپنے ہدف کو پالیں گے۔ Thank you very much.

جناب اپیکر: thank you جی، سنتوش کمار صاحب! Please take the floor. تقریر بھی سُننیں ناں۔ آپ کو کھانے کی فلکر پڑی ہوئی ہے۔

جناب سنتوش کمار: اس سے پہلے کہ جناب اپیکر! میں بجٹ کی طرف آؤں۔۔۔۔۔

جناب اپیکر: کریم صاحب! آرام سے بیٹھیں۔ کوئی decorum سیکھیں۔ آپ پُرانے parliamentarian ہیں۔ جی سنتوش صاحب!

جناب سنتوش کمار: ہمارے محترم قائد، وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے کل جو ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے، سابق آمر جزل پرویز مشرف کے خلاف، آئین کے آرٹیکل 6 کے تحت مقدمہ چلانے کا۔ میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے بلوچستان کا دیرینہ مطالبہ تھا، جو کل ہمارے قائد نے پورا کر دیا ہے۔ (ڈیک بجائے گئے) چونکہ سابق امر نے نہ توظن عزیز کا آئین توڑا۔ بلکہ جمہوریت پر بھی شبِ خون مارا۔ اسکے ساتھ ساتھ اس بزدل نے دن دیہاڑے ڈیرہ بکٹی میں بمباری کر کے ہماری اقلیت کے بیگناہ لوگوں کو بھی بیدردی سے قتل کیا۔ اور اسکے بعد جناب اپیکر! جو جرائم ندانہ فیصلہ ہمارے قائد نے کیا۔ ہماری حکومت کا صرف ایک مہینہ ہوا ہے انشاء اللہ میاں نواز شریف، نواب ثناء اللہ خان زہری، ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ اور خان محمود خان اچھری، انکی قیادت بلوچستان کی محرومیوں کا خاتمہ کر گئی، انشاء اللہ۔ اسکے بعد جناب اپیکر! بجٹ کی طرف آتے ہوئے میں قائد ایوان اور اپنی coalition حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا۔ اسکے ساتھ ساتھ مجھے ایک گلہ بھی ہے۔ social sector میں ہمیں بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جب بجٹ بریفنگ ہوئی۔ میں نے حکام بالا سے بات کی تو وہ بولے ”جی! اکثریت اور اقلیت ایک ہیں“، تو میں نے بولا ”کہنے کی حد تک تو ٹھیک ہے۔ کل اگر یہ allocation ہو گئی۔ سب ہو گئی۔ کل کوئی social sector میں problem ہوا تو؟“، ایک قصہ سناتا ہوں چھلے دور کا۔ ہمارا ایک مریض تھا۔ اسکو میں نے بی ایم سی بھیجا۔ تو بیت المال والوں نے بولا ”جی! یہ صرف مسلم کیلئے ہے۔ اسی میں کوئی ہندو، کرپچن نہیں آ سکتا۔ آپ سو شل ویلفیر آفیسر کے پاس جائیں“۔ وہ وہاں گیا۔ اس نے بولا ”جی! آپ متعلقہ ایم پی اے کے پاس جائیں۔ وہاں اقلیت کا ہمارے پاس کوئی نہیں ہے۔ ہمیں direction یہی ہے کہ جو ایم پی اے ہے وہ کریگا۔ اقلیت

کیونکہ آپ کا پورا صوبہ حلقہ ہے۔ اُسمیں نہیں ہے، میں نے چیز رکھی تھی۔ اور میری ابھی بھی اپنی حکومت، جس سے کہیں۔ ہماری حکومت ہے۔ عوامی حکومت ہے۔ میری ڈاکٹر صاحب سے گزارش ہے، نواب صاحب سے کہ اس پر غور کر کے جیسے women development کیلئے رکھا ہے۔ اقلیت کی فلاح و بہبود کیلئے بھی ہمارا حصہ بجٹ میں ہونا چاہیے۔ اُسکے بعد جناب اپیکر! جہاں تک بلوچستان میں امن و امان کا مسئلہ ہے۔ یہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے۔ اُسکے ساتھ ساتھ ہم اقلیت میں ہندو برادری۔ کیونکہ ہم بُرنس میں ہیں۔ ہم پُر امن لوگ ہیں۔ ہم بلوچستان کی ترقی اور معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ گزشہ دور میں جس طرح ہمیں نشانہ بنایا گیا۔ ٹارگٹ کلنگ، انغواء برائے تاداں۔ ہماری زندگی بھر کی کمائی ایک پل میں ختم ہو جاتی ہے۔ اور پورے بلوچستان میں جہاں ٹارگٹ کلنگ ہوئی ہے۔ سب کو معاوضہ دیئے گئے ہیں۔ اُسمیں اُسمیں بھی نہیں گناہ کیا۔ اور میرا یہ حکومت سے مطالبہ ہے کہ جتنی بھی ٹارگٹ کلنگ ہوئی ہیں۔ اُسمیں اُسمیں بھی معاوضہ دیا جائے۔ پوری اقلیت، جسمیں ہندو، کرپچن اور کوئی بھی ہو۔ اُسکے بعد جناب اپیکر! جیسے ملازمتوں میں ہمارا پانچ percent کوٹہ ہے۔ یہ تو کہنے کی حد تک ہے۔ ایک advertise آتا ہے کہ بھی ایک چار یادس پوٹھیں ہیں۔ اُسمیں تو پانچ پرسنٹ کوٹہ بنانا نہیں ہے۔ میری قائد ایوان سے اور اپنی حکومت سے، تمام پارلیمانی لیڈروں سے اور چاہے اپوزیشن ہو یا حکومت۔ تمام سے یہ گزارش ہے کہ آج تک بلوچستان میں جتنی بھی appontments ہوئی ہیں۔ ضلعی سطح پر، صوبائی سطح پر انکا ratio نکالا جائے۔ اُسمیں جو پانچ percent بتاتا ہے۔ ہمارا علیحدہ advertise کیجاۓ۔ اُسمیں سے اقلیت میں ہندو، کرپچن، سکھ، پارسی۔ جو میرٹ پر اترتا ہے۔ اُسکو اُسکا حق دیا جائے۔ اُسکے بعد جناب اپیکر! جیسے عید کا تہوار سرکاری سطح پر منایا جاتا ہے۔ میری ایک تجویز ہے کہ دیوالی اور کرپچن کے جو کرسمس ہے۔ اُسکو بھی سرکاری سطح پر منایا جائے۔ یہ تجویز شہید محترمہ کی جب حکومت تھی۔ میں اُسمیں پاکستان ایڈواائزری کو نسل کا ممبر تھا۔ میں نے دی تھی۔ تو محترمہ شہید نے اُسکو accept کیا تھا۔ پھر چاروں صوبوں کے گورنر اور وزیر اعلیٰ ہاؤس میں دیوالی اور کرسمس کا تہوار منایا گیا تھا۔ میری یہ گزارش ہے کہ جیسے دیوالی ہو، کرسمس ہو۔ جیسے عید کا تہوار منایا جاتا ہے۔ C.M house, governor house کے دروازے اقلیت برادری کیلئے کھول دیئے جائیں۔ اُس دن سی ایم صاحب، گورنر صاحب اقلیت کے ساتھ گھل میں جائیں۔ کرپچن اور دیوالی کا تہوار بھی سرکاری سطح پر منایا جائیں۔ اس میں ملک کی نیک نامی national اور international سطح پر ہوگی۔ جناب اپیکر! ایک بلوچستان level پر ایک اقیتی ایڈواائزری کو نسل تشکیل دیجائے۔ جس کا چیز میں چیف منسٹر اور اُس چیز میں

اقلیت کا وزیر ہو۔ ہر ضلع سے آبادی کے لحاظ سے اقلیت چاہے کہ سچن، ہندو، سکھ، پارسی جو آباد ہیں دو، دو ممبر لیئے جائیں۔ چاہے منشی یا اقلیت کا ایم پی اے، کوئی بھی گڑ بڑھ کرے تو ضلعی سطح پر اُسکی monitoring ہو سکیں۔ اور اُس کیلئے D.C level ہو۔ پولیس کا یا جو بھی ضلعی سطح پر واپڈا کا، ہیلتھ کا جو مسئلہ ہو۔ اقلیتوں کیلئے ایک صوبائی ایڈ وائزری کو نسل بھی تشكیل دیجائے۔ یہ میرا قائد ایوان سے ایک پُر زور مطالبہ ہے۔ اُسکے بعد جناب اسپیکر! ہمارا، کیونکہ ہم ہندو families کیونٹ پورے بلوچستان میں آباد ہیں۔ وہ علاج معالج یا برنس کے لحاظ سے کوئی نہ آتے ہیں۔ تو ہماری ہوٹل کو ترجیح نہیں دیتیں وہ مندر میں ہی رہائش اختیار کرتی ہیں۔ جگہ ہمارے پاس available ہے۔ میری قائد ایوان سے، اپنی پارٹی کے پارلیمنٹی لیڈر سے گزارش ہے کہ اس کی construction کیلئے ایک amount دیجائے۔ جسمیں دھرم شالا آتا ہے۔ جیسے سندھ میں یا ڈیرہ مراد میں، ڈیرہ اللہ یار میں۔ آپ بخوبی آگاہ ہیں۔ اُدھر یہ چیزیں ہیں۔ وہاں وہ رہائش کرتے ہیں۔ باقی ہم سارا اپنا خود برداشت کر لیں گے۔ اُسکے بعد جناب اسپیکر! میں کنٹونمنٹ بورڈ، کوئی کینٹ والوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایک قدر یہی گوردوارہ تھا کوئی کینٹ میں جو انہوں نے دوبارہ ہمارے حوالے کیا۔ اور دوا میکڑ میں بھی ہمیں دی ہے کہ آپ اسیں دوبارہ اپنا construction کریں۔ کیرن ہال یا جنڈا رہا ہال جو بھی آپ کریں۔ آپ اپنی خوشی سے بہاں اپنے مذہبی رسومات منائیں۔ اُسکے ساتھ میں قائد ایوان کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ کہ مسجد روڈ پر ہمارا ایک گوردوارہ ہے جس پر اپاگر لزاں کا لج بنا ہوا ہے۔ اسیں آج بھی ہماری معزز کتاب اور مورتیاں موجود ہیں۔ انکو ایک ہال میں بند کر کے رکھا گیا ہے۔ وہاں پوچاپاٹ کی اجازت بھی نہیں ہے۔ یہ بدناہی کا باعث ہے۔ میری یہ گزارش ہے آپکے توسط سے قائد ایوان سے کہ یہ گوردوارہ ہمارے حوالہ کیا جائے۔ تاکہ ہماری سکھ براذری وہاں اپنی آزادی سے مذہبی رسومات ادا کر سکیں۔ ان گزارشات کیساتھ میری اللہ سے، بھگوان سے کہ اللہ ہمیں توفیق دے۔ ہماری گورنمنٹ اچھے کام کرے۔ ہم بلوچستان کے احساس محرومی کا خاتمہ کر سکیں۔ شکریہ جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: شکریہ عبد اللہ بابت صاحب! Please take the floor! نہیں کھانا پونے دو بجے اذان جب ہوگی۔

بہترین بجٹ پڑا کثر مالک صاحب کو: نواب ثناء اللہ خان زہری اور عبدالرحیم زیارت وال کو مبارکباد پیش کرتا ہوں

بہترین بجٹ عبد اللہ جان بابت: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ جناب اسپیکر صاحب! سب سے پہلے تو میں اس

کہ انہوں نے انٹکھ محتت سے، تمام تو کم تھا۔ بہر حال محنت زیادہ کی۔ جعفر خان کو بھی۔ پھر ایسا نہیں وہ ناراض ہو جائے۔ تو انکو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر صاحب! میں اس مخلوط حکومت کو اس مثالی۔ یہ دو تین الفاظ میں پڑھ لوں۔ اجازت ہے؟

جناب اسپیکر: جی بالکل پڑھیں۔ یہ مثالی وغیرہ۔

جناب عبداللہ جان بابت: ویسے سب پڑھ رہے ہیں ناں۔ عوامی بجٹ پرمبار کباد پیش کرتا ہوں۔ ہماری حکومت کا پہلا تاریخی کارنامہ یہ ہے کہ اس نے سابقہ حکومتوں، جو previous ہے کہ اس نے سبقہ حکومتوں، جو previous حکومتیں تھیں۔ اُنکے معاشر اور تباہ حاملی اور کھنڈرات۔ میں لفظ کھنڈرات استعمال اس لیئے کر رہا ہوں۔ سیکرٹری صاحبان بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی سن لیں۔ وہ آئیں برابر کے شریک ہیں۔ جو ہماری یوروکریسی ہیں وہ آئیں برابر کے شریک ہیں۔ یوروکریسی ایک ایسا گھوڑا ہے کہ اسکو کچھ نہ کہو۔

میر عبدالکریم نوشیروالی: سیکرٹری صاحبان؟

جناب اسپیکر: بیٹھیں تو صحیح۔ آپ بیٹھ کر سن لیں، آدھا گھنٹہ۔ اگلے کو سُننے کی عادت ڈالیں آپ۔

جناب عبداللہ جان بابت: نہیں یہ میراد وست ہے یہ بول لیں۔

جناب اسپیکر: سُننے کی عادت ڈالیں ناں۔ جی بابت صاحب! آپ please continue کریں۔ (مداخلت) آپ بیٹھ جائیں ناں۔ بولنے تو دیں۔ آپ Senior Parliamentarian ہیں۔ صبر، حوصلے کے ساتھ۔ ابھی توجہ اپنی چلی گئی آپ دونوں کی۔ میر عبدالکریم! بولنے دو انکو۔ تقریر کر رہے ہیں۔

جناب عبداللہ جان بابت: اور اسکے علاوہ عوام کے مفاد میں جو مثالی بجٹ کے ذریعے بہترین معاشری نظام کی بنیاد ڈالی ہے۔ ہم نے تعلیم، صحت، پانی، بجلی اور امن و امان کو اولین ترجیح دی ہے۔ اور بجٹ کا نصف حصہ ان کاموں پر خرچ ہوگا۔ تو میں آپ کے توسط سے کہ بالکل ان پر ہم سب سے پہلے focus کریں گے۔ اسکے علاوہ بجٹ کی جو ہماری اٹھارویں ترمیم ہے۔ اسکے ذریعے، ہماری قربانیوں کے ذریعے، یہ ممکن ہوا کہ جو صوبے کا

20 ارب کا بجٹ تھا۔ وہ اب بہت ہی بڑھ گیا۔ امیروں کے خلاف ہم نے قربانیاں دی ہیں۔ اور میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اس تاریخی دن کے حوالے سے۔ کل جو دن تھا وہ مشرف صاحب کو۔ وہ جو ہاتھ اٹھا کر کبھی غرور سے کہتا تھا ”کہ آپ نے آج عوام کی طاقت دیکھی“، اس نے اپنی طاقت۔ اور MQM بھی اُسکے ساتھ تھی۔ وہ جلسہ کر رہے تھے اور لوگوں کو قتل کر رہے تھے۔ آج وہ بھی مظلوم ہے، ایم کیو ایم بھی۔ تو آج جزل مشرف آئیں کو توڑنے۔ انہوں نے آئیں کو بالکل، چیف جسٹس یچارے کو بُلا کر بٹھایا اور اُس پر

پستول تان لیا۔ کہ بھائی! یہ کرو۔ اب ایک جزل دیکھو۔ وردی والے نے۔ ایم پی اے ہائل اور ہماری اسمبلی پر انہوں نے قبضہ کیا تھا۔ آپ لوگوں کو یاد ہے یا آپ لوگ ہھوں گئے؟ میرا خیال ہے آپ لوگ ہھوں گئے۔ (مداخلت۔ شور) آپ کو نہیں معلوم کہ میں نے بر گیڈ یئر کو کیا بولا؟ یہ شاید آپ کو ریکارڈ میں نہیں معلوم۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب اسپیکر! جیسے کہ عبید اللہ نے کہا کہ یہ اسمبلی بھی قبضہ تھی اور ہائل بھی۔ مجھے 90 دن انہوں نے قید تھائی میں رکھا۔ اور اسکے بعد جیسے وہ پھانسی لگاتے ہیں جی! ہاتھ میں ہتھکڑی اور پھانسی والا coover میرے منہ پر۔ میں لے آیا اسی ہائل کے پیچے جو کمرے ہیں وہاں انہوں نے جیل بنایا تھا جس میں نواب ذوالفقار مگسی بھی قید ہوئے۔ مجھے لایا اور اس جزل کے ساتھ میرا جھگڑا ہوا۔ کہتا ہے ”جی! آپ نے کیا کیا؟“۔ میں نے کہا کہ کیا کیا ہے؟ کہتا ہے کہ ”آپ کے پچھے جو اسکول جاتے ہوئے وہ کیا یہ کرتے ہوئے منہ دکھاتے ہوئے“، میں نے پھر ایک غیر پارلمانی لفظ وہاں استعمال کیا جو کہ میں فلور پر نہیں کہنا چاہتا۔ تو ہم نے بھی یہ چیزیں بھگتی ہوئی ہیں صرف انکی قربانیاں نہیں ہیں۔ ہم سب نے قربانیاں دی ہیں۔ ناجائز میں قید کیا گیا تھا اور اسی میں جناب اسپیکر! آپ بھی affectees even آپ اپنے والد کے جنازے میں بھی جس حالت سے پہنچتے ہیں پتا ہے۔

جناب اسپیکر: جی۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب اسپیکر! تو اس میں سب کی قربانیاں ہیں ایک بابت لا الہ کی نہیں۔

جناب اسپیکر: جی بابت صاحب! Please take the Floor!

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب اسپیکر! ایک بات کی تصدیق میں کرتا ہوں میرا کزن محیب اللہ ادھر تھا اُس نے کہا جو بھی آدمی وہاں آیا ہے وہ ادھر انکے سامنے کانپتا رہا ہے۔ ایک بابت لا الہ تھا جس نے ہاتھ اس طرح نیبل پر مارے اور کہا کہ ”سیدھا جیل لے جاؤ میں عوامی نما نہندہ ہوں“۔

جناب عبید اللہ جان بابت: میں نے اُس کرٹل کو بولا ”تم کرٹل ہو میں وزیر ہوں“۔ میں نے sitting stars بر گیڈ یئر جس نے stars لگائے ہوئے تھے، سے کہا کہ مجھے مگسی صاحب نے دلا کھروپے دیئے جو ہم لوگوں نے عمرہ کیا تھا۔ یاد ہے کہ نہیں، سب کو یاد ہے۔ اور ہم لوگ عمرے کے چور تھے۔ ہم لوگ دلا کھروپے کے چور تھے اور ابھی آپ جائیں انکے defence area کو دیکھیں۔ سارے انکے فوجوں کے ہیں۔ چھاؤنی بھی

انگی ہے۔ شہر بھی انکا ہے۔ جناب اپنیکر! اس موقع پر آپ سب کوئیں مبارکباد دیتا ہوں۔ تو ہماری قربانیوں کی وجہ سے ملک میں جمہوریت، جمہوری فیڈریشن قائم ہے۔ یعنی جو حقوق ہمارے ہیں وہ تو ہمیں پورے نہیں ملے ہیں۔ آدمی جمہوریت ہے آدمی خود مختاری حاصل ہے۔ قومی برابری، وسائل پر ہمارا بھی تک پورا کنٹرول نہیں ہے۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ تمام کنٹرول ہمارے ہاتھ میں ہوں۔ ہم میں اتنی البتت ہے ہم ایسے لوگ نہیں ہیں۔ میں تو ڈاکٹر مالک صاحب کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اس فلور پر میں آپ سے بھی کہتا ہوں کہ خدارا! آپ انصاف کریں آپ جس کرسی پر بیٹھے ہیں آپ اپنیکر ہیں آپ نے انصاف کرنا ہے۔ ایک ملازمت اگر آپ نے میراث کے بغیر اس اسیبلی میں کسی شخص کو آپ نے Ignore کیا تو پھر وہ پرانے جماليوں والا طریقہ کیا تو ہم آپ پر اعتراض کریں گے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو وہ طریقہ میں بتاؤں گا۔ میرے ساتھ ثبوت بھی ہیں۔ تمام سیکریٹریوں سے میں کہتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ پر ہمیں اعتماد ہے میرا یمان ہے اگر اس نے غلط کیا تو پھر بابت بھی بابت ہے نا۔ عبید اللہ لا لہ کو جانتے ہیں کہ نہیں۔ اگر نام نہیں معلوم تو میں ایک اضافی چیز لگا دوں گا یہ عبید اللہ خٹک صاحب۔ چھوڑ و ان لوگوں کو۔ کو نے لوگ ہیں۔ بازار میں تین، تین گاڑیاں ہر ایک کے پیچے ہیں۔ چار، چار گاڑیاں ہر ایک کے پیچے ہیں۔ گھروں پر مورچے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ شہر ہے۔ یہ بارود کا ڈھیر ہے۔ ہاں! ہمارے ادارے تو پہلے سے تباہ تھے، ابھی ہم لوگوں کو دن ہوئے ہیں لوگ ہم سے اتنا گلمہ تو نہ کریں۔ بھائی! ہم لوگوں کا ایک ہفتہ ہوانہیں ہے، لوگ پھر لگے ہیں ”حکومت کیسی ہوگی؟“۔ حکومت کدھر ہے ابھی تک ہمارا نہ سیکریٹری مانتا ہے نہ کوئی اور۔ ابھی بھی appointment کر رہے ہیں۔ خدا سے ڈریں مڑا۔ ڈاکٹر مالک کو نہیں معلوم، لوگ دستخط کر رہے ہیں، دیکھو۔ مڑا! یہ ظلم ہے کہ نہیں؟ اچھا یہ لوگ اچھے انصاف والے ہیں، ہم لوگ انصاف نہیں کرتے ہیں، ہم لوگ چور ہیں، ڈاکو ہیں۔ ابھی بھی کرو۔ قسم ہے اگر میرا اپنا گھر ہے۔ ادھر دیکھو یہ کوشا علاقہ ہے اس طرف جدھر یہ امیر لوگ رہتے ہیں۔ بنگلے بنے ہیں، خدا کی قسم لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ بھائی! تمہارا بغلہ کدھر سے آیا ہے؟ مولا نا واسع کو چھوڑ و اسکا اللدن میں بھی ہے۔ ناراض نہیں ہونا حاجی گل محمد۔ اگر میں آپکا کہوں۔ حاجی گل محمد کوئی جانتا ہوں اسکی امیری۔ ابھی ناراض نہیں ہونا ہے۔ personal میں آپ پر attack کر رہا ہوں۔ آپکی کامیابی میں بھی ہمارا ہاتھ ہے۔ ہاں! آپ جو اتنے دولت مند بنے ہیں، اگر آپ کہتے ہیں تو میں بتاؤں گا۔ ورنہ چھوڑ و ان باتوں کو۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب اپنیکر: please, please۔ بحث میں نہیں پڑیں cross-talk نہیں کریں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: آپکی دولت میں، آپکے بڑے آدمی بننے میں ہمارا ہاتھ ہے۔ ہماری تاریخی

قربانیاں ہیں۔ ہمارے شہید خان عبدالصمد خان، جس نے ان روڑوں پر فرنگیوں کے خلاف، ہم اُسکے پیروکار ہیں۔ ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اور ہم فرقہ پرستی، خیلی۔ زیٰ، بلوج سے نفرت، لوگ طعنے دے رہے ہیں۔ بھائی! بلوج کے ساتھ تو، وہ مڑاں وہ ممتاز بھٹو کے ساتھ بھی ہم لوگوں نے front بنایا ہے۔ نہیں بنایا ہے؟ لا إِلَهَ إِلَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ۔ اُسکی چیلی دوسرے بامدھتے تھے۔ ہم لوگوں نے اُسکے ساتھ بھی front بنایا۔ بھائی! ہم لوگ تو اُس چیز کے follower ہیں۔ ہم نے تو تاریخ میں۔ بھائی! ہم تو کارکن لوگ ہیں۔ اور ایسے نہیں ہیں کہ as a کارکن۔ ہماری power بھی لوگوں کو معلوم ہے۔ جب ہم بولتے ہیں، وہ بولتے ہیں ”نہ منوں“ چددہ نہ منہ زائی راسی، چ کہہ ورز موڑ وئیں چنہ منوں۔ بیامونہ قدم دی بے دلتی بل حال وی۔ اٹھیک۔ ہماری بیور و کریں، آج بھی ہماری کسی بات کو نہیں مانتی ہے۔ خدا قدم۔ کیوں جھوٹ بولیں۔ جھوٹا وہ تو غلط ہے کہ نہیں۔ جمالی صاحب نہ ہماری بات مانتے ہیں۔ بھائی! appointment کرو۔ ہم لوگ کرتے ہیں۔ کیوں کرتے ہو تم کون ہو مڑاں؟ بھائی! ہم نے کرنی ہے۔ اور ہم لوگوں نے merit پر کرنی ہے۔ بھائی! اب میرا تو ایک personal بھی سمجھو یا نہ سمجھو جو بھی ہے۔

جناب اپیکر: تقریر جب ختم ہوگی، پھر کھانے پر چلیں گے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ایک منٹ! sir آج تاریخی دن ہے۔ آج بولنا ہے۔ تھوڑا تھوڑا بولنا ہے۔

جناب اپیکر: جی تقریر یاری رکھیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: time تو جعفر خان لالانے بھی دیا ہے نا۔ تو ہمارے جواب بھی ڈاکٹر ہیں۔ یہ نہیں کہ میرا بھائی اسمبلی انگو ہوا ہے۔ یہ میرا ذاتی نہیں ہے۔ مگر ہماری حکومت نے، نہیں کہ ہماری حکومت نے، ہمارے داخلے نے یا ہمارے دوسروں نے ہمت نہیں کی ہے۔ مگر یہ ایسے لوگ ہیں۔ بھائی! انکی ایسی roots ہیں ان کو ہم نے ختم کرنا ہے۔ بھائی! ایک بھائی ہے میرا۔ بھائی! چار گھر اور بھی ہیں۔ اور میرا بھائی! تو پھر بھی، ہم سات بھائی ہیں۔ شکر ہے۔ اور سارے ایسے ہٹھے کھٹے ہیں۔ صرف میرا بھائی وہ تھوڑا صحت کے حوالے سے کمزور ہے۔ اور سارے زندہ ہیں ابھی تک کوئی بھائی مرا بھی نہیں ہے۔

جناب اپیکر: اللہ خیر کرے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: تو عبدالرحمن لا لا کو میرا سب کچھ معلوم ہے۔ تو لوگ ہم سے گلہ کرتے ہیں۔ مگر حکومت نے اپنی طرف سے کوشش کی ہے۔ کل بھی لورالائی میں۔ تو فلور پر اسکولا نا چاہئے۔ اس نیت سے نہیں لایا ہوں کہ یہ مسئلہ ہے۔ سب کا مسئلہ حساس ہے۔ تو یہ بھی آپ لوگوں کے نوٹس میں ہونا چاہئے۔ لورالائی شہر میں

اختیار صاحب بھی ہیٹھے ہیں۔ کربلا ہے، کربلا۔ امام حسینؑ اور یزید کا یہ مسئلہ کس چیز پر آخر ختم ہو گیا؟ تو یہ پانی کا بڑا مسئلہ بن گیا تھا۔ مت کرو پانی نہیں ہے۔ خدا قسم 9 کروڑ روپے ہیں اس کی انکوارری ہونی چاہیے کہ نہیں؟ چیف سیکریٹری صاحب! بھائی! میسے ہے ہڑپ کیتے ہیں۔ ابھی یہ لوگ کہتے ہیں ”کہ ہم لوگوں نے کوئی تصور کیا ہے“۔ ادھر سے ایک بولتا ہے اور ادھر سے دوسرا بولتا ہے۔ تم لوگوں نے اور کیا کرنا ہے۔ اونٹ بوریوں سمیت آپ لوگ لے گئے۔ اور آپ لوگوں کو کرنا کیا تھا۔ پانی نہیں ہے۔ خدا قسم اور الائی شہر میں عورتیں روتی ہوئی کہتی ہیں کہ ”ہم کہاں جائیں؟“ اور ہم لوگ ادھر حضرت عمرؓ والا نظام چلا رہے ہیں۔ قسم ہے اگر کوئی، ابھی ایک سیکریٹری کے گھر میں شام کو پانی نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ کا نام تو آسان ہے۔ ہر سیکریٹری بولتا ہے۔ شام کو آپ جائیں سیکریٹریٹ کی جو مسجد ہے، لا إِلَهَ إِلَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ۔ راست نہیں ہوتا۔ دو گھنٹے بند ہوتا ہے کہ نہیں؟ بھائی نمازیں پڑھو اور عوام کا حق بھی دو۔ پانی نہیں ہے۔ عورتیں رورو کرہمیں بد دعا میں دے رہی ہیں، سارے شہر میں۔ مردان! مولانا واسع اُس وقت پتابنیں کیا تھا میں اسکو غل بادشاہ کہتا ہوں۔ پندرہ کروڑ ادھر، پچاس کروڑ ادھر۔ میں نے کہا اگر آپ میرے گاؤں میں پیدا ہوتے تو وہاں بھی ایک بڑا ٹرانسفارمر لگ جاتا۔ ایک دلچسپ بات آپکو بتاتا ہوں۔ پھر اسکا سروے ہونا چاہیے، کل لوگ ہم پر تقید کریں گے کہ نہیں؟ کل ہم نے احتساب کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں گے کہ نہیں؟ اسیکر صاحب! کل ہمارا احتساب ہو گا کہ نہیں؟ لورلائی میں تنگ سر پر ایک ٹرانسفارمر لگا ہے۔ اچھا اسکے ساتھ ایک روڈ بھی بنی ہے۔ عجیب سلسلہ تھا۔ اب ادھر لوگ بولتے ہیں ”کہ ہماری بقا یا روڈ ہے“، تمہاری روڈ، تم نے کدھر بنائی ہے؟ گیلو صاحب نے خزانے سے پیسے release کیتے، وہ کن کن روڈوں کے ہیں؟ ہم ہر روڈ کا احتساب کریں گے۔ ان کے لئے کمیٹی بنا کیں گے۔ ایسے نہیں ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) بس آپ نے رکھ دیئے پیسے۔ ہم اُس سے کہیں گے، ٹھیک ہے going on جاری اسکیمیں۔ خزانہ سیکریٹری پیسے دیتے رہیں گے۔ نہیں! بھائی! تم نے جو پندرہ کروڑ جو لورالائی شہر کیلئے۔ نہیں ہے یہ جو برمے لگاتے ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) بھائی! ہم کوون بناتا ہے وزیر خزانہ، ہم تو ویسے غریب آدمی ہیں۔ تو ہمارے شہر، میں صرف شہر کی بات کر رہا ہوں۔ جمالی صاحب! وہاں پندرہ کروڑ روپے ضائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب! اسکی کوئی list تو منگلوں میں۔ میں نے اُسی دن ایڈیشنل چیف سیکریٹری سے کہا کہ بھائی! بند کرو یہ چیکیں زراعت کی۔ اچھا! وہ پیسے ٹھیکیداروں نے اپنی جیبوں میں ڈالے ہیں۔ ایسے بانٹ رہے ہیں بھئی! کیوں ایڈیشنل چیف سیکریٹری صاحب! آپ کیوں ہمارے order کو obey نہیں کر رہے ہیں؟ میری بات کیوں نہیں مان رہے ہیں آپ۔ میری بات پر کیوں توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ زراعت میں پیسے۔ واللہ اگر تالاب ہے

نہ برم۔ کچھ بھی نہیں ہے صاحب! یہ بیچارے خاکر و ب، وہ تو رور ہے تھے۔ ہاں ایک بات آپ کو اور بھی بتاؤ۔ ہمارے تمام جو ہندو ہیں وہ ابھی اور الائی آر ہے ہیں۔ یہ آپ کو معلومات ہیں کہ نہیں؟ ہم بہت civilized لوگ ہیں۔ ایک دفعہ ایک واقعہ ہوا بابری مسجد والا۔ اُسمیں بھی ہم لوگوں نے بڑی ہمت کی۔ ابھی بھی جو ہندو برادری ہے۔ یہ دس منٹ اور دیس گے بس پھر۔

جناب اسپیکر: دس منٹ بہت time ہے، سارے دوستوں کو آپ نے روکا ہوا ہے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ہاں ان پوئشوں پر اور لوگوں کو نہیں لگایا ہے۔ آپ لوگوں کا بھی۔ خاکر و بالے ہاں۔ یہ جو ابھی واقعہ ہے یہ بہادر خان۔ یہ انسانیت ہے۔ یہ جو مسجدوں میں، یہ آپ کو ویسے کل میں نے بولا تھا۔ یہ جہاد کا نفرنس کب ہوئی تھی کوئی میں؟ آپ کو یاد ہے جمالی صاحب! What is the meaning of Jehad Conference? کیا کہتے ہیں جہاد کا نفرنس کو؟ اس کوئی میں نہیں ہوئی؟ یہاں نو بزادہ نصر اللہ خان، یہاں مفتی محمود، یہ لوگ نہیں آئے تھے؟ جہاد ہے، ادھر سے ایران لگا ہے، ادھر سے سعودی لگا ہے۔ ابھی ایران کا پیڑوں۔ ہم لوگ ایرانی پیڑوں کیلئے کتنے ترستے ہیں۔ ایک طرف سے ایران، ایک طرف سے عرب۔ ہاں! عرب نے کوئی یونیورسٹی ادھر بنائی ہے؟ ہمارے پتوں بیٹ میں تو نہیں ہے۔ وہ ایک شیخ انکو بنا کر دیتا ہے۔ کوئی ہے اگر کوئی ڈولپمنٹ؟ عربی ہے۔ عربی تم آسمان سے اُتری ہے۔ تم عربی ہو، تم یہاں عربی کا کوئی کارنامہ تاتکستے ہو۔ صرف مدرسوں اور مسجدوں کے علاوہ۔ ہاں۔۔۔ (مدائلت)

جناب اسپیکر: تھوڑا امیر عبدالکریم! سننے دیں، وہ اختتام کر رہے ہیں۔ اپنے جذبات کا اظہار کر لیں، پھر وہ ختم کرتے ہیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ہم لوگ عربی ایسے بولتے ہیں۔ ایک عربی اُٹھ کر بول رہا تھا نا، تو دوسرا نے بولا کہ یہ قرآن شریف کیوں اس حالت میں پڑھ رہا ہے۔۔۔ (مدائلت۔ شور) ایک منٹ خاموش! ایک منٹ ٹھہرو۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: جناب اسپیکر! ایک چیز ذرا رکھ لیں۔ بجٹ تقریر کی روایت یہ ہوتی ہے کہ مداخلت کم کی جاتی ہے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: تو یہی بجٹ ہے ناں، وہ پیسے دے رہے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: میں آپکی حمایت میں بات کر رہا ہوں۔ نوشیر وانی صاحب! بس thank you مہربانی ہو گی آپکی۔

جناب اپیکر: بابت صاحب! time آپ کا پورا ہو گیا extra-time بھی آپ کو دیا ہے۔

جناب عبداللہ جان بابت: عربی ہے، عربی نے کیا دیا ہے ہمیں۔ مژاں پڑھان کو بھی، سنز رخیل کو بھی، لوگ بولنے ہیں کہ سید ہیں۔ پھر ہم لوگ مانیں گے۔ مژاں چھوڑ واسکو ہمارے پاس۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب اپیکر: please یہ ابھی ختم کریں، تقریر کی طرف آجائیں۔

جناب عبدالرحیم زیارت وال (صوبائی وزیر): اپیکر صاحب! ہم درخواست کرتے رہے ہیں کیونکہ یہ بجٹ تقریر ہے۔

جناب اپیکر: ہاں cross-talk نہ کریں۔

جناب عبدالرحیم زیارت وال (صوبائی وزیر): We are Aryan, Baloch is Aryan in the history. چیزوں کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلوچ آرین ہیں عرب نہیں۔ میں آرین ہوں عرب نہیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے، اسکو بجٹ تقریر کرنے دیں۔ (مداخلت۔شور)

میر عبدالکریم نوشری وانی: بلوچ عرب ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیارت وال (صوبائی وزیر): بلوچ عرب نہیں آرین ہیں۔۔۔ (مداخلت۔شور)

جناب اپیکر: تقریر مکمل کرنے دیں، ابھی چھوڑیں۔

جناب عبداللہ جان بابت: عربی، بھائی! ابھی ہم ان عربیوں سے، ابھی مسجدیں enough ہیں، پورے بن گئی ہیں۔ مدرسے بن گئے ہیں۔ ابھی ہمیں ڈولپمنٹ کیلئے پیسے ایران دیتا ہے کہ نہیں؟ ادھر فرقہ واریت۔ ابھی خدا قسم۔ ان بچیوں کو۔ یہ تو لڑکی اُس بس میں بیٹھی تھی جو بم blast ہوا ہے۔ ابھی دیکھو یہ ہمارا کاظمہ۔ ادھر شہر میں پوٹھیں ہیں۔ ملیشیا ہے۔ چمن میں موڑ سائکل پر داؤ می سوار تھے تو ملیشیا والوں نے اُن کو کپڑا۔ تو انہوں نے بولا کیوں؟ کہتا ہے کہ ”ڈبل سواری منع ہے“، پھر انہوں نے کہا کہ یہ تین تین جو بیٹھے جا رہے ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ ”مجھے آڑ رہیں ہے صاحب کی طرف سے کہ تین والے کو نہیں کپڑنا ہے“، یہ ملیشیا والے ہیں مژاں۔ یہ حالت ہے۔ پیسے ہمارے ضائع ہو رہے ہیں۔ فرقہ واریت۔ جب ہم بچے تھے۔ ہم کہتے تھے کہ نہیں کرو یہ ”شیعہ شیعہ کافر کافر“ یہ غرے دیواروں پر لکھے تھے دوسرا طرف سے یہ لوگ بھی شیر لوگ ہیں۔ یہ لوگ بھی ایسے مبرانہیں ہیں۔ انکو بھی ہم مبرانہیں کہہ سکتے۔ بھائی! چھوڑ واریان سے ناتا، اب تم اس سرز میں کے ہو۔ یہ آپکی سرز میں ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) کسی نے کسی کے ساتھ ناتانہیں جوڑنا ہے۔ نہ ہم عرب کے ساتھ ناتا جوڑیں گے نہ تم ایران کے ساتھ۔

سید محمد رضا: جناب اپسکر! اس فلور پر میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا ایران سے کوئی تعلق تھا نہ ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اپسکر: Thank you, thank you very much. اس بحث میں ہم divert ہو گئے۔

سید محمد رضا: ہم پاکستان میں پیدا ہوئے اسی سر زمین پر مریں گے۔ یہاں ہماری چار نسلیں دفن ہیں۔ سوائے اسکے کہ فقہ ہمارا ایک ہے۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق تھا نہ ہے۔ اور ایک روپیہ حرام ہے ہمارے اوپر۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب عبداللہ جان بابت: زندہ باد۔

جناب اپسکر: بابت صاحب! ابھی اپنی تقریر close کریں۔

جناب عبداللہ جان بابت: فرقہ واریت مکمل طور پر۔ اُس دن ادھر بم دھما کے میں ڈپٹی کمشنر کوئٹہ شہید ہوا تھا۔ تو ملا لگا تھا ادھر تقریر کر رہا تھا۔ میں خاص کر جمعیت والوں سے یہ کہتا ہوں۔ خدار! بھائی! مسجدوں میں۔ کافر کا معنی منکر ہے کہ نہیں؟ لوگوں کو مارنا، بچیوں کو مارنا، لوگوں پر گولیاں چلانا یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کیا یہ کسی کی بیٹیاں نہیں تھیں؟ اس دن پتا نہیں جمالی تھایا کوئی اور تھادھما کے میں اُسکی بچی شہید ہو چکی تھی۔ وہ اپنی بچی سمجھ کر کسی دوسرے کا جنازہ لے کر گیا تھا۔ یہ حالت ہے۔ مگر نہیں کوئی اور جمالی تھا۔ بھائی! ان ملاوں کو بولو، سر کاری طور پر بند ہیں یہ تقریریں۔ سعودی کاملاً کعبہ میں کیوں فتویٰ نہیں دیتا؟ سب سے پہلے وہ دے دیں۔ وہ خانہ کعبہ میں عید کے دن دیں۔ رات شب برات تھی۔ سعودی کاملاً بیٹھا ہے۔ ادھر یہ لذتی ملا لگا ہے۔ ”کفر دی، کفر دی۔“

مڑاں! وہ پش کفر دی؟ پش دی۔ ماشام مڑی نستہ۔ وہ چنگ اوبن لرو۔

جناب اپسکر: ابھی میرا خیال ہے کہ آپ تقریر close کریں۔ آپ off-track ہو گئے ہیں۔ آپ بہت off-track جاری ہے ہیں۔ آخری بات کریں۔

جناب عبداللہ جان بابت: ہاں، اصل میں آخری بات میری یہ ہے۔

جناب اپسکر: آخری بات کریں۔

جناب عبداللہ جان بابت: یہ WOMEN TTC والی بات۔ یہ بہت۔۔۔ (مدخلت۔شور)

جناب اپسکر: مولانا صاحب! آپ بیٹھ جائیں close کراتے ہیں۔

مولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل: یہ لوگ اکھٹے بیٹھ کر پھر ہمارے ساتھ بات کریں۔ جمیعت علماء اسلام نے ایسا

کیا ہے اور نہ کریگی۔ اگر یہ جماعت یہ کام شروع کرے تو۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: جی چلیں، آپ بیٹھ جائیں، close کراتے ہیں۔

جناب عبداللہ جان بابت: میں اسکی مکمل نہ مدت کرتا ہوں۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب اور ہماری حکومت۔ ہم حکومت ہیں۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں اور ملاوں سے میئنگ بھی کرتے ہیں کہ مسجدوں میں ان چیزوں کو condemn کرنا ہے۔ فرقہ داریت۔ یہ جو خود کش ہے۔ مژاں! ہر آدمی دوسرے آدمی سے ڈرتا ہے۔ ابھی کوئی آدمی آجائے، ہم لوگ ڈرجاتے ہیں کہ جی پتا نہیں کوئی خود کش جیکٹ تو نہیں پہنا ہے۔

جناب اسپیکر: اچھا۔ ابھی بس کریں۔ بعد میں بھی یہ تقریر یہی جاری رہیں گی۔

جناب عبداللہ جان بابت: اچھا زندہ باد۔ آپ سب لوگوں کا شکریہ۔ یہ جو خاک روپ کی 1000 پوشیں ہیں، ان پر دوسرے لوگوں کو لگایا ہے۔ وہ پھر ڈاکٹر صاحب سے ہم لوگ بات کریں گے۔ طالبان، ملایاں، گردہ پکشہ دی۔ ٹھیک۔ السلام علیکم۔

جناب اسپیکر: چلیں جی۔ ابھی کھانے کا وقفہ کریں گے۔ پھر انشاء اللہ، نماز اور کھانے کے وقفے کے بعد تین بجے پھر اکھٹے ہوں گے۔ 3:00 بجے تک adjourn کرتے ہیں۔

(اسمبلی کا اجلاس 2 بجے 7 منٹ پر متوجی ہوا)۔ (اجلاس دوبارہ 3 بجے 15 منٹ پر زیر صدارت انجینئر زمرک خان، جناب چیئرمین شروع ہوا)

انجینئر زمرک خان (چیئرمین): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ میں سردار عبدالرحمن کھیتر ان صاحب کو floor دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پر اپنی بحث شروع کریں۔

سردار عبدالرحمن کھیتر ان: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکریہ مسٹر اسپیکر! کہ آپ نے مجھے floor دیا۔ اگر آپ کی جگہ جمالی صاحب ہوتے تو میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ میرا دل بہت کر رہا تھا کہ میں انگریزی میں تقریر کروں۔ لیکن کریم نو شیر وانی کی اور ادا کارہ میرا کی انگریزی دیکھ کر، میری انگریزی بہت کمزور ہے، اسلئے میں اردو میں تقریر کروں گا۔ جناب عالی! آپکے توسط سے کچھ گزارشات میں اپنے حلقات کے بارے میں اور کچھ امن و امان کے حوالے سے عرض کروں گا۔ اس دفعہ جو PSDP بنایا گیا ہے، کتاب کی شکل میں۔ اسیں تمام جتنے بھی سیکٹر ہیں، سوچل سیکٹر ہیں، block-allocation کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ تو آپکے توسط سے میں گزارش کروں گا قائد ایوان کو کہ ہماری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ ہم ایکشن لڑ کر آتے ہیں، ہم elected لوگ ہیں، selected نہیں۔ ہم اپنے علاقے کے مسائل کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ ہمیں معلومات ہوتی ہیں کہ کس جگہ پر

وائزپلائی کی ضرورت ہے، کس جگہ پر سکول کی ضرورت ہے، کس جگہ پر ہسپتال کی ضرورت ہے۔ اب جو یہ block-allocation ہے، یہ پتا نہیں اسکی، ایک جو پرانی perception ہے ”کہ جی! پچھلے آدوار میں MPA صاحبان کو اتنے کروڑ دے دیے جاتے تھے“، میں پھر گزارش کروں گا کہ وہ MPA صاحب کی جیب میں نہیں جاتے تھے۔ بلکہ اسی P&D میں، اسی Executing-Agency Finance میں اور MPA کا implementation identify کرتے تھے۔ اس پر sum-up کریں گے، تو ایک طریقہ کا رہے، جواب بھی ہے، پہلے بھی تھا۔ یہ جب قائد ایوان اپنی اس بحث کو میری ان سے گزارش ہے کہ وہ اس چیز پر تھوڑا سا ہمیں brief کر دیں۔ ہم تنقید برائے تنقید یا مخالفت برائے مخالفت کبھی بھی بحیثیت اپوزیشن نہیں کرنا چاہتے، نہ کرتے ہیں، نہ یہ ہمارا اڑڑہ امتیاز ہے۔ جو جائز چیزیں ہیں، ہم ضرور اُس کیلئے گزارش کریں گے۔ امید ہے کہ قائد ایوان اور ٹریشوری پیغمبر اس چیز کو، ہماری گزارشات کو منظر رکھیں گے۔ جہاں تک وزیر اعلیٰ کا سوال ہے۔ ضرور کچھ لوگ اسکی مخالفت کرتے ہیں، کچھ اسکو منتخب کرنے کے حق میں ہیں۔ لیکن میرے خیال میں بلوجستان کی تاریخ میں ڈاکٹر صاحب پہلی شخصیت ہیں کہ پورے ایوان نے اُن پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالمالک بلوج آج کے نہیں بلکہ student life سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ ہمیں اُنکی عادات کا پتا ہے۔ اُنکی اچھی چیزوں کا پتا ہے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ کبھی بھی ہمیں left سمجھیں گے، اُنکو right سمجھیں گے۔ بلکہ ساتھی بن کر ہمیں، حکومت کو اور اس ایوان کو لے کر ساتھ چلیں گے۔ پھر اُنکے ساتھ ایک لفظ لگا ہوا ہے ”ڈاکٹر“۔ ڈاکٹر وہ مقدس نام ہے، اُسکے پاس اگر کوئی جانی دشمن بھی آ جاتا ہے، بیار کی صورت میں، تو اُسکے ساتھ اُسکا وہی behave ہوتا ہے جو وہ اپنے بیٹے، بھائی یا دوست کے ساتھ علاج معاledge میں کرتا ہے۔ تو ہم امید رکھتے ہیں ڈاکٹر صاحب سے کہ وہ اس ایوان میں کوئی تفرقہ یا تفریق نہیں کریں گے۔ on-going کے حوالے سے میرے پاس بھی چوڑی list ہے مختلف اخلاقی کی۔ جو کہ میں بیان نہیں کرنا چاہتا۔ صرف میں اپنے ڈسٹرکٹ کی خوش قسمتی یا بد قسمتی اپنے حلقوں کی کہ میرے حلقوں میں on-going میں لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کے گوش گزار کی تھی کہ میری بھل کی دو اسکیمیں تھیں، تین ملین کی۔ ایک تھی دس ملین کی۔ اسکو ہم نے اکھٹا کر کے چالیس ملین، چار کروڑ روپے۔ اور بڑی اس پر ہم نے کوشش کی، پچھلے آدوار میں کیسکو والوں کے ساتھ ہم نے میٹنگیں کیں، اُنکو راضی کیا کہ وہ share-basis پر ہمیں ایک گرد اسٹیشن بناؤ میں بنا کر دینے گے۔ جسمیں چار کروڑ روپے گورنمنٹ آف بلوجستان دے رہی تھی۔ اور چار کروڑ اسی لاکھ روپے کیسکو اپنے ذرائع سے دے رہی تھی۔ جس میں

four MBA کے دو ڈر انسفار مرز تھے۔ پتا نہیں کس دوست نے یا ہمدرد نے وہ totally delete کر دی۔ جبکہ ACS صاحب اور P&D اس چیز کا گواہ ہے کہ وہ under-process تھی۔ Energy Department سے ہو کر آئی تھی۔ اور اس وقت P&D میں اسکا پی سی وان، ایک دفعہ تو گم کر دیتے گئے۔ پھر ہم نے بڑی efforts کے ساتھ، ہم شاکر صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اپنے عملے کو لگا کر کے وہ دوبارہ نکوایا۔ اور اس وقت بھی وہ under-process ہے۔ تو میں قائد ایوان سے گزارش کروں گا کہ چونکہ یہ ایک اجتماعی مسئلہ ہے۔ یہ کسی MPA کی جیب میں نہیں جا رہا ہے۔ بلکہ Government to Government transaction ہے۔ جسمیں تقریباً بارہ، تیرہ پونگ اسٹیشنز ہیں۔ اُنکی بھلی کا مسئلہ تھا۔ تو اس پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ دوسرا میرے سکول تھے ٹولیں ساٹھ ملین کے، sorry چھ ملین کے، ساٹھ لا کھ۔ اُنکے مینڈر زبھی ہو چکے تھے۔ اور ٹھیکیدار کو work-order identify ہو گئے۔ وہ بھی ٹولیں اسکیم delete کر دی گئیں میری۔ 13-12ء میں۔ تو میں آپکے توسط سے گزارش کروں گا قائد ایوان کو کہ یہ مہربانی کر کے اس پر بھی۔ میں نے اُنکے گوش گزار بھی کی۔ اور اُنکی طرف سے مجھے ثبت جواب ملا ہے۔ لیکن میں on the Floor سارے ساتھیوں کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ مختلف حوالوں سے ہمارے دوستوں نے اپنی تقاریر میں پچھلے أدوار کو، پتا نہیں کس طرح پیش کیا۔ اُس پر جناب اسپیکر صاحب! میں گزارش کروں گا، چھوٹا سا لطیفہ بھی ہے۔ کہ ”کوئی شہری لڑکی تھی، اُسکی شادی ہوئی مچھیروں کی بستی میں۔ تو وہ جب وہاں بیا ہو کر گئی۔ تو چوبیں گھنٹے وہ mask پر، وہ نقاب شقاب اور ممنہ ڈھانپنے رکھتی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ اُس نے کہا یہاں بڑی بدبو ہے۔ کچھ عرصہ ہفتہ، دس دن، پندرہ دن کے بعد دیکھا تو اُس نے وہ mask وغیرہ اُتار دیے۔ تو کسی نے اُس سے سوال کیا کہ بی بی! کیوں mask اتار دی؟ تو اُس نے کہا کہ اس بستی کی بدبو میں نے ختم کر دی۔“ ہر منتخب نمائندہ، جو منتخب ہو کر آتا ہے، اُسکا ہر پانچ سال بعد یا اگر کوئی dictatorship آتی ہے تو اُسکو درمیان میں توڑ دیا جاتا ہے۔ سب سے بڑا احتساب اُسکا اپنا حلقة ہوتا ہے۔ اگر اُس نے اچھے کام کیے، لوگوں کی فلاں و بہود کیلئے کام کیے، تو اُسکے حلقة کے عوام اُسکو منتخب کر کے واپس اس مقدس ایوان میں بھج دیتے ہیں۔ اگر اُس نے اپنی جیبیں بھریں یا غلط کام کیئے۔ تو اُسکو اسکے عوام مسٹر دکر دیتے ہیں۔ اور وہ اس مقدس ایوان تک پہنچنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ احتساب ہو۔ ہم کبھی اس چیز سے انکار نہیں کیا کہ احتساب نہ ہو۔ احتساب ضرور ہونا چاہیے۔ victimization نہیں ہونا چاہیے، احتساب ہونا چاہیے۔ ہم نے جو ترقیاتی کام کیے، پچھلے دس

سالوں میں۔ اس مقدس ایوان کے اس Floor پر میں کھڑے ہو کر سب سے پہلے میں اپنے آپ کو احتساب کیلئے پیش کرتا ہوں ہم اللہ جو کمیٹی جو ساتھی میرے حلقے میں آ کر جو میں نے developments کی ہیں، وہ آ کر دیکھیں on-ground کہ ایک چیز ہے یا نہیں۔ یا خالی جیسیں بھری گئی ہیں۔ تقریر میں تو ہر آدمی کہتا ہے ”کہ جی! میں اپنے علاقے میں پتا نہیں دودھ اور شہد کی نہریں نکالوں گا“، ہمارے کچھ ساتھیوں نے مجھ سے پہلے، ہمارے دوست ہیں، ساتھی ہیں۔ ذاتی طور پر شخصیات پر تنقید کی۔ جو کہ میرے خیال میں اس مقدس ایوان کے وقار کے منافی ہے۔ ایکشن ہوتے ہیں۔ مقابلہ ہوتا ہے۔ کوئی جیتنا ہے کوئی ہارتا ہے۔ اُسکو اس حد تک نہیں لے جایا جائے کہ وہ ذاتی دشمنی میں convert ہو۔ میں جمعیت سے ہوں، میرے دوست پشتونخوا سے ہیں۔ میرے قائد ایوان نیشنل پارٹی سے ہیں۔ اسی طریقے سے سردار صاحب بیٹھے ہیں۔ نواب صاحب بیٹھے ہیں۔ وہ مسلم لیگ سے ہیں۔ جب ہم اس ایوان میں آئے ہیں تو ہم ساتھی ہیں۔ بجائے یہ کہ ہم ایک دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنائیں۔ آئیں مل بیٹھ کر اس سرز میں کیلئے، یہ پاکستان مقدس سرز میں ہے ہمارے لئے۔ پھر اسکے بعد یہ بلوجستان ہماری پہچان ہے۔ ہماری روایات کی پہچان ہے۔ ہمارے قبائل کی پہچان ہے۔ اسکے بارے میں ہم مل بیٹھ کر، سر جوڑ کر کہ کہاں پر ہم کیا اپنی خدمات دے سکتے ہیں۔ چاہے وہ اس طرف والے ہوں یا اس طرف والے ہم اپنی خدمات پیش کریں۔ امن قائم ہو۔ بنیادی چیز امن ہے۔ میں آپ کو مثال دیتا ہوں۔ میرے حلقے میں، میرے دوست بگٹی صاحب بیٹھے ہیں میرا ہمسایہ ہیں۔ مری صاحب نہیں ہیں۔ میں نے اصلاحات لائی ہیں۔ میں نے اس ship MPA کی طاقت سے اصلاحات نہیں لائیں میں نے عوام کی طاقت سے لائی ہیں۔ میرا جو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہے وہاں منشیات پر کمل پابندی ہے۔ کسی کی جرأت نہیں کہ وہ منشیات فروشی کر سکے، challenge سے میں کہتا ہوں۔ قوم کو اعتماد میں لے کر جوئے پر پابندی لگائی ہے۔ پہلے ٹاٹ تھا۔ تھانیدار صاحب دس ہزار روپے لے کر ٹاٹ چلاتے تھے۔ لوگ جو اکھیتے تھے اُس میں بہت ساری برائیاں جنم لیتی تھیں۔ میں نے وہاں جو بند کرایا۔ بازار ہے۔ بازار کی timings ہیں۔ مرکز، اگر نواز شریف یا دوسرے وہ بکلی بچانے کیلئے timings رکھتے ہیں نا، ہم نے بُرائی کو ختم کرنے کیلئے بازار کی timings رکھی ہیں کہ گرمیوں میں اتنے بجے اور سردی میں اتنے بجے بازار بند۔ کوئی نہیں پھر سکتا بازار میں۔ کیا کام ہے اُسکا بازار میں؟ ماسوائے میڈیکل اسٹور کھلا ہوا ہے۔ کوئی ایم جسی ہو، otherwise کوئی نہیں پھر سکتا۔ جو پھرے گا وہ وضاحت کریگا کہ کیوں تم بازار میں پھر رہے ہو؟ بازار میں بلینرڈ یہ وہ ڈھنڈے سے فٹبال کھیلتے ہیں۔ ہو ٹلوں میں وی سی آر، ٹی وی لگے ہوئے تھے۔ معصوم بچے صحیح سکول کے بہانے

گھر سے دس، بیس روپے لے کر نکلتے تھے، اور بازار جا کر ہوٹلوں میں بیٹھ کر فلمیں دیکھتے تھے۔ غریب علاقہ ہے میرا، وہ معصوم بچے، teenager، وہاں جا کر فقبال اور بلیئر ڈکھیلتے تھے۔ اور جب پیسے ختم ہوتے تو غلط قسم کے لوگ وہاں موجود ہوتے تھے۔ غلط کارروائیاں ہوتی تھیں۔ جو کہ غیر پارلیمانی ہیں میں یہاں بیان نہیں کرنا چاہتا۔ وہ پیسے لے کر واپس۔ میں بذاتِ خود اپنے ساتھیوں اور اپنے عوام کو ساتھ لیا۔ وہ ساری ٹیپلیں، ویسی آراورٹی وی میں نے اٹھوائے اور تھانے کے سامنے رکھ کر انکو آگ لگادی۔ اور ہم نے پابندی لگادی کہ بازار میں school-timings میں کوئی ریکارڈنگ نہیں ہوگی۔ ویسی پرتو بالکل پابندی ہے۔ اُسکے مقابل میں نے اُس ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو، بلوچ ایریا میں پہلی جگہ تھی جہاں cable ہم نے introduce کروایا۔ صاف ستھرے چینیں۔ کسی کو حکیم، کسی کو فلم۔ اپنے گھر میں جا کر بیٹھیں بازار میں بند۔ آج اللہ کا کرم ہے کہ یہ جو تین چار چیزیں میں نے بیان کیں، ان سے وہاں ہمارے معاشرے میں تبدیلی آئی ہے۔ آپ آ کر دیکھیں بلوچ ایریا میں آپکو گرزل کالج، گرزل ماڈل ہائی سکول، پرائزمری سکول اور ڈیل سکول میں گے۔ ہر پانچ کلومیٹر کے radius میں میں نے پرائزمری سکول قائم کیا ہے۔ وہاں آٹھ، نو کلومیٹر کے radius میں ڈیل سکول ہے۔ Not more than ten kilometer گرزل کالج ہے۔ جب آپ سکول جاتے ہوئے یا نکلتے ہوئے دیکھیں، آپ جیران ہو گے کہ یہ بچیاں پنجاب کے کسی کالج یا سکول سے نکل رہی ہیں یا بلوچستان کے ایک پسمندہ علاقے کے، ایک بلوچ ایریا، ایک غریب ایریا، جس کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے، ماسوا کاشنگاری کے۔ ہاں میں نواب ثناء اللہ صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کتاب میں بہت اچھی چیز شامل کروائی۔ دوسو بلڈوزرز، میں آپکا بہت شکر گزار ہوں۔ کیونکہ ہمارے علاقے کا ٹوٹل ذریعہ معاش زراعت پر محضر ہے۔ اور وہ پرانے بلڈوزرز، چار گھنٹے چلتے ہیں پھر دس دن کیلئے بند پڑے ہوتے ہیں۔ یا پھر ڈیزل نہیں ہے۔ تو یہ جو دوسو بلڈوزرز آئیں گے اس سے بلوچستان میں ایک زرعی انقلاب آئیگا انشاء اللہ۔ (ڈیک بجائے گئے) میں قائد ایوان کا بھی مشکور ہوں اور سردار کا بھی۔ تو گزارش یہ ہے کہ ہم یہاں کھڑے ہو کر کبھی اس طرف اشارہ کرتے ہیں ”کہ جی! بیورو کریسی کو گلے سے پکڑیں گے۔ یا سیدھا کریں گے“، میرے بھائی! پہلے اپنا احتساب خود کرو۔ بیورو کریسی آپکا حصہ ہے۔ آپ اگر گاڑی ہیں تو وہ آپکے مائرز ہیں۔ آپ اُسکے بغیر چل نہیں سکتے۔ Policy-Makers آپ ہیں۔ قانون آپ بناتے ہیں۔ آج صحیح میں اخبار پڑھ رہا تھا بلکہ کل وی میں میں نے دیکھا، دیا میر کا واقعہ ہوا۔ سیاح قبلہ بھی درست ہوگا۔ آج صحیح میں اخبار پڑھ رہا تھا بلکہ کل وی میں میں نے دیکھا، دیا میر کا واقعہ ہوا۔ سیاح

مارے گئے۔ مرکزی حکومت نے مہربانی کر کے آئی جی اور چیف سیکرٹری کو suspend کیا۔ میرے بھائی! اُنکے پاس الدین کا چرا غتو نہیں ہے کہ دیا میر میں سیاح جار ہے ہیں۔ تو چیف سیکرٹری اور آئی جی انکی حفاظت کروائیں۔ کوئی میں target killing ہوتی ہے۔ کیا وہ فرشتے ہیں، جن ہیں، اُپر سے نازل ہوئے ہیں، ایک بیگناہ شخص کا قتل کر کے نکل جاتے ہیں؟ پاکستان کی اٹھارہ کروڑ کی آبادی ہے۔ کتنی آپ ہر آدمی کی حفاظت کے لئے دیں گے۔ میں دشمن دار ہوں آپ مجھے کتنے آدمی دو گے کہ میں اپنی حفاظت کروں۔ ہر پولیس والا میرے سر پر بھی کھڑا ہوگا، تو اٹھارہ کروڑ آپ کی آبادی ہے، اٹھارہ کروڑ پولیس والے import کریں۔ جب تک آپ خود بیدار نہیں ہوئے، یہی target-killers کس راستے سے آتے ہیں۔ موٹر سائیکل پر آتے ہیں۔ ہماری میٹنگ ہوئی۔ بتانے کو کوئی تیار نہیں تھا کہ جی! اسکے میں گھسے ہیں۔ تو ادارے کیا کریں گے۔ آئی جی، چیف سیکرٹری اور سی سی پی او کیا کریں گے؟ وہ نعوذ بالله خدا تو نہیں ہیں کہ انکو الہام ہوگا کہ جی! فلا نا آدمی قتل کر کے جا رہا ہے؟ ہمارا تعادن نہیں ہے۔ اداروں کے ساتھ ہمارا تعادن zero-percent ہے۔ ہم کس حد تک اداروں کے ساتھ تعادن کرتے ہیں؟ دونبھر گاڑی میں پھر رہا ہوں۔ پولیس والا روکے گا۔ میں اُسکو گالیاں دے کر نکل جاتا ہوں۔ آپکے سامنے اخباروں میں یہ واقعات آئے ہیں۔ ایک ایسی پی نے کسی کو روکا، میں نام نہیں لینا چاہتا۔ اُس نے اُسکو ماں، بہن کی گالی دی۔ اور اُس سے کہا، "کہ تم imported ہو تو چنگا بکے ہو"۔ اُٹھا اُسی کے خلاف ہڑتاں بھی ہو گئی۔ اور خود وہ دونبھر گاڑی میں تھا۔ میں challenge پر کہتا ہوں on the Floor یہ کہہ رہا ہوں۔ تو آپ اداروں کے ساتھ تعادن نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں "کہ جی! ہماری ناکام ہے۔ پولیس ہماری ناکام ہے۔ ایف سی ہماری ناکام ہے۔ آپ تعادن کریں، ادارے فعال ہوئے۔ آپکا تعادن نہیں ہوگا، عوام کا تعادن نہیں ہوگا، کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ آسمان سے فرشتے بن کر آئیں بھی آپکے معاشرے کو نہیں سدھا ر سکتے۔ جب تک آپ اپنے کو نہیں سدھا ریں گے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ یہ چیزیں تعادن سے اور ہمت سے چلتی ہیں۔ جب میں اپنے ڈسٹرکٹ میں ایک انقلاب لاسکتا ہوں۔ کیا یہاں جو بھی بیٹھے ہیں، منتخب ہو کر آئے ہیں۔ کوئی میرا خیال نہیں ہے کہ اُسکو select کر کے ادھر بھیجا گیا ہے۔ سوائے خواتین یا اقلیتوں کے۔ کوئی پانچ ہزار روٹ لے آیا ہے، کوئی میں ہزار، کوئی دس ہزار۔ وہ اپنے علاقے کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے علاقے میں ایک system قائم کریں "کہ جی! ہم نے بُرائی کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ جب آپ خود مجاہد نہیں گے، تو آپکے عوام بھی مجاہد نہیں گے۔ جب جہاد ہوگا تو ساری چیزیں اپنی جگہ پر برابر ہو جائیں گی۔"

جناب چیرمین: سردار صاحب! وقت کا ذرا خیال رکھیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: جی۔ میری پھر اس ایوان سے گزارش ہے کہ ذاتی تنقید نہ کریں، اس سے ماحول خراب ہوگا۔ یہاں ہر ایک کی اپنی ایک نیشیت ہے۔ کوئی حکمی کی طرح نہیں اگا ہے کہ جی! میرے اوپر کوئی کہر بیگنا تو میں چپ ہو جاؤں گا۔ یا سردار مصطفیٰ پر یا جعفر خان پر، یہ نہیں کریں۔ ہمیں اچھا آدمی ملا ہے۔ C.M کا میں کہہ رہا ہوں۔ اُسکے ساتھ تعاون کریں۔ جو ثابت چیزیں ہیں وہ اُسکے سامنے لا لیں۔ ہم ساتھ ہیں۔ ہاں! اگر آپ اُسکو استعمال کریں گے۔ کہ جی! یہ اپوزیشن والے ہیں۔ یہ ملاؤ ہیں۔ اور فلاں، فلاں پارٹیاں ہیں۔ پھر یہ ایوان نہیں چلے گا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پھر ہر ایک اپنی جگہ پر طاقت رکھتا ہے۔ باہر کی طاقت بھی رکھتا ہے، بات کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ بہت بہت شکریہ، مہربانی۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب عبید اللہ جان بابت: جناب اسپیکر! سردار صاحب کیا کہہ رہے ہیں کہ کس کو حکمی ملی ہے؟ جب آپ بات کرتے ہیں تو وہ صحیح ہے، مطلب یوروکریسی سے آپ کی بڑی دوستی ہے کیا؟

جناب چیرمین: بابت صاحب! آپ یہاں اسپیکر صاحب کو مخاطب کریں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: دیکھیں آپ کہہ رہے ہیں کہ حکمی دے رہے ہیں۔ ذاتی تنقید کر رہے ہیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: جناب اسپیکر! ذاتی تنقید۔ میں نے حکمی، جناب! حکمی کوئی کسی کو نہیں دے سکتا۔

جناب عبید اللہ جان بابت: نہیں وہ حکمی ہمیں معلوم ہے ناں نہ آپ کسی کو دے سکتے ہیں نہ ہم۔ میں اور آپ اپنے، علاقے بھی ہمارے ہیں، ہم سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ یہ ایسا بھی نہیں ہے سردار! کہ ہم نے کسی پر تنقید کیا ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: بات سنیں ناں! آپ اسپیکر صاحب کو مخاطب کر کے بات کریں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: میری بات سنیں۔

جناب چیرمین: آپ مہربانی کر کے بیٹھ جائیں سردار صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: یومنٹ! ہاں اسپیکر صاحب!

جناب چیرمین: بابت صاحب! مہربانی کر کے بیٹھ جائیں، سردار صاحب! آپ بھی بیٹھ جائیں۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: گزارش ہے میں نے پورے ایوان کو کہا ہے۔ میں نے کسی کا نام نہیں لیا ہے۔ میں نے کہا ذاتی تنقید نہیں، ثابت تنقید ہونی چاہیئے۔

جناب چیرمین: آپ دونوں بیٹھ جائیں۔

جناب عبد اللہ جان بابت: جناب اپیکر صاحب! ہم نے کسی کو دھمکی دی ہے نہ ہم یورو کریسی کو بلیک میل کر رہے ہیں۔ ہم نے پہلے بھی وزارتیں کی ہیں۔ ہماری حکومتیں رہی ہیں۔ اسمبلی کے floor پر ہم نے اپنا ایک حق استعمال کیا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔

جناب عبد اللہ جان بابت: اس پر ہم نے کسی کی دل آزاری نہیں کی ہے۔ اور یہ ہمارا حق بتا ہے۔ ابھی ہم، یہ previous حکومت جو گزری ہے۔ ہم اسکے کارنامے میان کریں یا کیا کریں؟ نا ان اُسکو کہیں کہ آپ نے بڑا اچھا کام کیا۔ آپ نے وہ پیسے صحیح طریقے سے استعمال کیے۔ بچوں کے پیسے، سکالر شپ کے۔ ہم ثبوت پیش کریں گے۔ ہمارے ساتھ evidence ہے۔ تمام چیزیں مکمل۔ ہم سپریم کورٹ گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ جب ثبوت نہیں ہے، سپریم کورٹ کا یادو سرا، ہم ایسا تو lay man نہیں ہیں کہ بس ہم لوگ آئے ہیں اسمبلی میں پیٹھے ہیں۔ ہم اسمبلی میں ایک۔۔۔۔۔

سردار عبدالرحمن کھیڑکان: جناب! سابقہ حکومت پر تقدیم نہیں کریں۔ ہم نے کہا کہ **بسم اللہ احتساب** کریں۔ سر انکھوں پر کریں۔ میں نے نگز ارش یہ کی کہ ذاتی کسی شخص کا نام لے کر تقدیم کرنا غلط ہے۔

جناب چیئرمین: آپ بیٹھ جائیں time کم ہے۔ میں اس کے بعد حاجی اسلام صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پر بحث کریں۔

حاجی محمد اسلام: **بسم اللہ الرحمن الرحيم thank you**۔ جناب اپیکر صاحب! بجٹ پر تو ہمارے دوستوں نے کافی بات کی۔ اس بجٹ پر جو ہمارے دوستوں نے جو محنت کی میرے خیال میں ہمیں بمشکل تین چار دن ملے اور ان تین چار دنوں میں جو بجٹ پیش کیا میرے خیال میں یہ تاریخی بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں بہت سارے ہمارے دوست تقدیم بھی کرتے ہیں اور تعریف بھی۔ یہاں اپیکر صاحب! اس بجٹ پر ہمارے بہت سارے دوستوں نے اعتراض کیا ہے کہ ہمیں یا ہمارے علاقے کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ جناب اپیکر! میں اپنے دوستوں سے یہ بات ضرور کہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ جو ڈاکٹر صاحب کی بنی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی جرأت دی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر چلیں اور یہ میرا ایمان ہے اس بات پر چاہے اپوزیشن ہو یا ہمارے سرکار کے دوست، انشاء اللہ اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو گا البتہ ایک بات میں ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے ادوار میں جو کرپشن ہوئی ہے اسکی مثال آج اسمبلی میں ہے۔ یہاں ہمارے چند دوستوں کے بغیر، جنہوں نے اپنے علاقوں کام کیا ہے وہ نظر آ رہے ہیں۔ اس 65 کے ایوان میں، پانچ چھوٹے کے علاوہ سارے نئے چہرے ہیں۔ تو اس پر

آپ اندازہ کر سکتے ہیں اگرچھلی گورنمنٹ نے کرپشن نہیں کی ہوتی تو آج وہی پرانے چہرے نظر آتے تھے --- (ڈیک بجائے گئے) جناب اسپیکر صاحب! یہاں مسئلہ امن و امان کا ہے۔ امن و امان ہمارا وہ مسئلہ ہے جو بلوجستان میں، مثلاً ایک بیٹا جب گھر سے نکلتا ہے تو اسکے گھروالے، ماں، باپ پریشان ہیں ”کہ پتا نہیں کہ ہمارا بیٹا واپس آتا ہے کہ نہیں“۔ سب سے پہلے تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کریں کیا؟ خاص کر بلوجستان میں امن و امان کے حوالے سے۔ یہاں میں اپنا مکران کی مثال دیتا ہوں۔ آج مکران میں ہمارا یہ حال ہے کہ مہینے میں کم سے کم بیس دن تو ہمارے بازار، ہمارے بینک، ہماری ٹرانسپورٹ بند ہوتی ہے۔ اسکے لیے ہمیں سوچنا چاہیے۔ اور آج جو بلوجستان میں ہمارے، چاہے طالب علم ہو یا عام آدمی، انکو گھر سے اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ ایک ہفتہ، دس دن بعد اسکی مسخ شدہ لاش ہمیں مل جاتی ہے۔ جناب اسپیکر! اگر دیکھا جائے اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ آیا ہم اتنے کمزور ہیں یا ہم اتنے بے بس ہیں یا ہم اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے ہیں؟۔ جناب اسپیکر! مسئلے کا حل یہ ہے۔ اگر ہم ایمانداری سے سنجیدہ ہوں یہاں ہمارے بلوج اور پشتون کی کچھ روایات ہیں۔ شکر ہے ہمارے پاس اتنے سفید ریشم ہیں کہ بیٹھ کر ان مسئللوں کو حل کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر سرکار چاہے تو میں آپکو ایمانداری کے ساتھ یہ بات بتاتا ہوں کہ اگر ہم ایک جرگہ بنائیں، بلوجستان میں ہمارے جتنے tribes ہیں، جتنے سردار ہیں، جتنے مشران ہیں، یہ بیٹھ کر اس سرکار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے یہ کہہ دیں ”کہ اب بہت ہو چکا ہے۔ خدارا! ابھی یہ نہ مارنے سے ختم ہونگے نہ اٹھانے سے“۔ یہاں اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ”ہمیں پتا نہیں ہے“۔ جس کی مثال میں دے دیتا ہوں۔ تربت میں ہمارے لالہ منیر، ہمارے غلام محمد، شیر محمد جنہیں ہمارے اوزیشن لیڈر کچکوں علی کے دفتر، بھرے بازار سے اٹھا کر لے گئے۔ ایک ہفتہ بعد انکی لاشیں ملیں۔ اس حالت میں کسی نے انکو پہچانا نہیں ہے۔ سینکڑوں لوگوں کے سامنے اٹھا کر کر لے گئے۔ اور آج تک یہ کہتے ہیں ”کہ ہم انھیں نہیں لے گئے ہیں“۔ جناب اسپیکر! اگر بلوجستان میں یہ حالت رہی، نہ یہ بجٹ ہمیں کام دے گانہ ہمارے اسکول چلیں گے، نہ ہمارے hospital۔ نہ ہم اپنے گھر سے نکل سکیں گے۔ ہم اپنے مکران کی بات کرتے ہیں جو ایکشن ہوئے تو ہم لوگ ایکشن نہیں جنگ لڑ کر آئے ہیں۔ جناب اسپیکر! اسکی وجہ کیا ہے؟ اسکی وجہ دنیا کو پتا ہے۔ آج کی اس حالت میں اگر آپ لوگ یہ بتائیں، چاہے بلوج ہوں، چاہے پشتون ہوں، بندوق کی نوک پر وہ کبھی بھی آپ سے مذکرات نہیں کریں گے سوائے table پر بات کرنے کی۔ تو اسکی خاطر، کم سے کم میں اپنے، جتنے ہمارے بلوج، پشتون قائدین ہیں۔ میں ان سے دست بستہ کہتا ہوں کہ خدارا! بیٹھ کر اس مسئلے کو حل کریں۔ یہاں اگر آپ کو یاد ہو جناب اسپیکر! نیب

کی گورنمنٹ میں بلوچستان کی جتنی لیڈر شپ تھیں۔ چاہے نواب خیر بخش ہو، چاہے سردار عطا اللہ ہو، چاہے ہمارے عبدالصمد خان ہو۔ سب کو جیلوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ اگر یاد ہو، بھٹو کے پاس لوگ گئے ”کہ بھتی! انکو آخ رکس لیے بند کیا ہے؟ ندراری کا مقدمہ کس لیے بن جو پر چلا یا گیا؟“ تو بھٹو نے ہاتھ جوڑ کر کہا ”کہ یہ مسئلہ میرے ہاتھ سے حل نہیں ہوگا۔ جب تک اُپر سے ہماری فوج یا ہماری ایجنسیاں راضی نہ ہوں“۔ جناب اسپیکر! جب بھٹو کو انہوں نے تختہ دار پر چڑھایا اور شہید کیا۔ تو یہی فوج نے جا کر ہمارے لیڈر ان کو جیل سے نکال دیا۔ آج بھی وہی حالت ہمارے اوپر چل رہی ہے۔ یہاں تو ہم کہتے ہیں، dialogue کی بات کرتے ہیں۔ جب امن کی بات کرتے ہیں۔ جو پہلے ہمارے جتنے تھے پہاڑوں پر انکو اتار کر، اُن پر جو گولیاں برسائی گئیں، وہ بھی ہمیں یاد ہے۔ براہ کرم بلوچستان کو قائم و دائم رکھنے کے لیے، کیونکہ بلوچستان پاکستان کا شارگ ہے۔ اگر بلوچستان میں امن قائم کرنے کیلئے، یا بلوچستان میں سکون سے رہنے کیلئے آپکو اہیں ہموار کرنی ہیں تو خدارا! یہ چیزیں بند کرنی ہوں گی۔ اسکے لیے خاص کر میں اپنے بلوچستان کے اُن سفید ریشوں سے، جو ہماری پہچان ہیں، وہست بستہ اُن سے کہتا ہوں کہ خدارا! اس معاہلے کو حل کریں۔ otherwise کوئی یہاں محفوظ نہیں رہیگا۔ نہ سرکار محفوظ رہیگی نہ ہمارے عوام۔ دشمنوں کو یہاں چھوٹ دی گئی ہے۔ لیکن ہم شریف آدمی اپنے گھر سے نہیں نکل سکتے۔ جناب اسپیکر! یہاں ہمارے لیے سفر کرنا، جب ہم لوگ یہاں کوئی سے مکران کی طرف یا کراچی کی طرف نکلتے ہیں تو پیچھے ہماری family پر پیشان ہوگی ”کہ پتا نہیں یہ وہاں خیریت سے پہنچے گی کہ نہیں“۔ یہ سارے ہمارے خود کردہ ہیں۔ یہ بلوچ ایریا، پشتون ایریا، یہ وہ جگہ رہے ہیں یہاں غیر علاقوں سے لوگ آتے تھے اور دون دیہاڑے، دن رات گھومتے پھرتے تھے، کوئی انکو پوچھتا نہیں تھا۔ آج ہم خود محفوظ نہیں ہیں۔ جس کی مثال اس ایوان کے ساتھ ہے۔ جناب اسپیکر! ہم بات تو کرتے ہیں۔ اور ہم پر تنقید ہوتی ہے۔ کہئی گورنمنٹ جب بنی ہے یہاں۔ جناب اسپیکر! ہمیں طمع ملتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ آپ لوگ نہیں چلا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں آپ لوگ ایک بات کرتے ہیں، پشتونخوا ایک بات کرتی ہے۔ مسلم لیگ ایک بات کرتی ہے۔ لیکن میں یہ بات ضرور کہنا چاہتا ہوں جو ہماری لیڈر شپ ہیں، اُن میں اللہ تعالیٰ نے اتنی صلاحیت رکھی ہے کہ ہم اس گورنمنٹ کو بخوبی چلا سیں۔ نہ ہم corruption کریں گے نہ کرنے دینگے۔ (ڈیک بجائے گئے) کیونکہ ہم corruption کے عادی نہیں ہیں۔ اسلئے پہلے جناب اسپیکر! میں اپنے علاقے کی بات کرلوں۔

جناب چیئرمین: time کم ہے، اگر آپ ذرا جلدی wind-up speeches کریں، بہت

زیادہ ہیں۔

حاجی محمد اسلام: sorry sir. یہاں سابقہ ہمارا ایک وزیر جس کا ہمارے علاقے سے تعلق تھا۔ اسکی مثال یوں ہے، کہ وہ اپنے کاغذات نامزدگی جمع کرنے کے لئے موٹر سائیکل پر آئے تھے۔ اور آج وہ bullet-proof گاڑی میں گھومتا ہے۔ تو یہ corruption نہیں تو کیا ہے؟ ہمارے علاقوں میں کھجور کے درختوں کو ایک بیماری لگی تھی جناب اسپیکر! کروڑوں روپے اُسکے spray پر اُس نے خرچ کیے۔ جب ہم لوگوں نے وہ دوایاں check کیں تو وہ چار سال پرانی تھیں۔ اگر ہم اسکو corruption نہیں کہیں تو یہ بھی زیادتی ہو گی۔ جناب اسپیکر! ہمارے علاقے میں جنگلات کی بہت اہمیت ہے، آپ اس وقت جائیں ہمارے جنگلات تباہ ہو چکے ہیں۔ کیونکہ لوگ مجبور ہیں وہ جنگلات کاٹ کر بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اگر یاد ہو تو کوئی نہ میں آج سے پندرہ بیس سال پہلے گیس ٹینکروں پر سپلائی ہوتی تھی۔ ہمارے ان چھوٹے چھوٹے علاقوں میں چاہے پنجوں ہو چاہے تربت ہو چاہے گوارد۔ اگر ہم یہ سلسلہ دوبارہ شروع کریں تو ہمارے جنگلات بھی بچیں گے اور ہمارے عوام ایک صحیح زندگی گزاریں گے۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب!

سردار عبدالرحمن کھیتران: سینیٹر داؤ خان صاحب آج ہمارے اس ایوان میں موجود ہیں اور کارروائی دیکھ رہے ہیں۔ میں اپنی طرف سے اور پارٹی کی طرف سے اس ایوان میں انکو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: سینیٹر داؤ خان صاحب کو اس اسمبلی کی کارروائی دیکھنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ اب میں عبدالرحیم زیارت وال صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پر بحث کریں۔

جناب عبدالرحیم زیارت وال: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب اسپیکر! اسپیکر کے نام سے آپکو پکاروں یا چیئرمین کے نام سے؟ جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں حالیہ قائم ہونے والی نئی حکومت کی جانب سے پیش کردہ بجٹ پر ایوان کو، دوستوں کو، ساتھیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! جو بجٹ پیش ہوا ہے اُس پر دوستوں نے کچھ چیزوں کی حمایت کی ہے اور کچھ چیزوں پر تنقید۔ جناب اسپیکر! آپ اسپیکر کی گُرسی پر آ کر بیٹھ گئے کچھ باقیں آپ سے بھی related ہیں اور کچھ مولانا واسع صاحب سے۔ جناب اسپیکر! میں ان چیزوں کا تجربہ رکھتا ہوں، ہم نے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ rules کے مطابق کیا پی اینڈ ذی کی جانب سے کوئی لیٹر لکھا گیا ہے ڈیپارٹمنٹس کو؟ اور ان سے اسکیمات مانگی گئی ہیں اور وہ اسکیمات آئی ہیں اور وہ scrutiny کے مرحلے سے وہ P.C. 1's گزرتے ہیں یا نہیں؟ تو ہمیں تایا گیا کہ as such ایسا کوئی procedure نہ ہم نے کیا ہے اور نہ ہمارے صوبے میں یہ لاگو ہے اور اس بنیاد پر نہ ہمارے پاس تیار اسکیمات ہیں۔ تو دونوں

میں یا پانچ دن میں نہ ہم اسکیمات تیار کر سکتے تھے اور نہ تیار ہو سکتی تھیں۔ تو اس بنیاد پر جناب اپیکر! مولانا صاحب نے تقید کی تھی۔ انکی خدمت میں دست بستہ عرض ہے کہ چونکہ ایک ایسا کام جو آپ کو کرنا چاہیے تھا پی اینڈ ڈی کی حیثیت سے آپ نے نہیں کیا تھا لہذا چیزیں نہیں تھیں۔ یہاں اندر ہیر انہیں روشنی ہے اور روشنی میں ہم نے block allocation کر رکھا ہے۔ اور اسکو آگے ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے سے process کریں گے اور یہ department کے through ہو گا۔ دوسری بات جناب اپیکر! میں یہ کہنے جا رہا ہوں کہ جو بحث اس سے پہلے بنے ہیں اور procedure کے طور پر جناب اپیکر! میں آپ کو بتاؤں کہ اسی طریقے سے خزانہ کی جو منشی ہے انکی طرف سے بجٹ کا لیٹر لکھا جاتا ہے اور جن جن محکموں کو جن پوسٹوں کی ضرورت ہوتی ہے میں ان سے وہ پوشیں SNE کے ذریعے سے مانگتے ہیں non-development schedule of new expenditure۔ اور وہ آجاتی ہیں اور وہ بھی scrutiny کے مرحلے سے گزر کر پھر non-development budget کا حصہ بن جاتی ہیں۔ تو جناب اپیکر! یہ طریقہ کار ہے اور اس طریقہ کا رکورڈ follow کیا گیا۔ دوسری تقید جو دوستوں کی طرف سے ہوئی وہ یہ ہے کہ ہماری جانب سے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا ہم نے ٹھیک طریقے سے اسکو چلا�ا تھا۔ تو اسی میں جناب اپیکر! میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ اسمبلی میں ہم چیختے تھے چلاتے تھے دس سال میں کوئی کمیٹی نہیں بنی اور اس وقت کی گورنمنٹ جس میں ہمارے دوست شامل تھے انہوں نے بھی ان باقتوں کو ان سُنی کر دیتے تھے۔ اور اسی میں کچھ چیزیں الیکی ہیں جناب اپیکر! ایک تو شفافیت کی بات ہے۔ فناں کمیٹی، جو آپ کے اس ہاؤس کا خرچ کرتی ہے یہ آئین کے آرٹیکل 88 میں ہے کہ آپ فناں کمیٹی بنائیں گے اور آئین کے آرٹیکل 88 کے ذریعے must ہے کہ آپ خرچ کریں گے لیکن چونکہ فناں کمیٹی نہیں تھی۔ جب میں نے case کیا اسکے بعد پھر جلدی جلدی میں اپیکر صاحب نے ایک کمیٹی بنائی۔ تو دس سال تک ہم اس صوبے کے عوام کے خزانے کو unauthorized استعمال کر رہے تھے۔ کچھ نہیں ہوا ہے۔ تو اس طریقے سے وہ چیزیں ہوتی چلی آئی ہیں۔ تیسرا بات، آئین کے آرٹیکل 124، جسمیں جس میں دھیاں اڑائی گئی ہیں اور میں ایک دن آپ کے سامنے ان چیزوں کو بیان کر رہا تھا۔ تو جناب اپیکر! اسی میں یہ ہے کہ جب آپ PSDP revise کریں گے اور اس مرتبہ بھی جب ہمارے سامنے یہ چیزیں آئیں اور وہ پیسے بھی خرچ ہو چکے تھے جناب اپیکر! 160 اسکیمیں اس سال بھی ڈالی گئی تھیں جناب اپیکر!

revised PSDP میں جو اسکیمات اس بجٹ میں آپ نے pass کی ہیں۔ آئیں جو excess خرچ

آپ نے کیا ہے۔ اُنکی منظوری لی جاتی ہے۔ نئی اسکیم ڈالی جاتی نہ بنائی جاسکتی ہے البتہ قدرتی آفات آتی ہیں سیلا ب ہے بارش ہے فلاں اس ہے اُس میں پیسے رکھے جاتے ہیں وزیر اعلیٰ کی authorization سے خرچ کیتے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ پیش کیتے جاتے ہیں۔ لیکن جناب اسپیکر! اس سال کا جو PSDP ہے جناب اسپیکر! اُسکی preface کو اگر آپ دیکھیں گے آپ لوگوں نے اُسمیں خود لکھا ہے کہ ہم نے جو پیسے خرچ کیتے تھے، 10084 اسکیمات تھیں اُن میں سے 577 ہم نے مکمل کی ہیں مجھے زبانی یاد ہے۔ اور اُسکے علاوہ جو اسکیمات رہ جاتی تھیں وہ پانچ سو کچھ تھیں۔ لیکن on-going کے طور پر اسی PSDP میں لکھا ہے میرے پاس پڑا ہے میں ڈھونڈ کر نکالتا ہوں آپ کو دے دیتا ہوں۔ یہ میرے پاس پڑا ہے آپ نے اُسمیں لکھا ہے کہ سات سو بیس اسکیمات ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ 213 اسکیمات unauthorizedly ongoing ہماری پچھلی حکومت نے اس طریقے سے آئین کی violation اور عوام کے خزانے کی خلاف ورزی کی ہے اور یہ قابل سزا جرم کے زمرے میں آتا ہے۔ بہر حال یہ اس طریقے سے آپ لوگ کرتے رہے ہیں جو آپ کے اختیارات نہیں تھے۔ یعنی unconstitutional rights جس گورنمنٹ کے نہیں ہوتے ہیں انہوں نے یہ اختیارات اس طریقے سے استعمال کیتے تھے جناب اسپیکر! اسکے علاوہ جناب اسپیکر! آپ لوگوں نے پر لیں کافرنسلی تھی اور اُس میں کہا تھا کہ ”ہم نے MPA per آپ اگر آئین کے آرٹیکل، صوبائی بجٹ کے حوالے سے 120 اور قومی اسمبلی کے بجٹ کے حوالے سے 80 آپ دیکھیں گے اُسمیں جناب اسپیکر! آپ کا budget statement ہو گا وہ کس طریقے سے ہو گا اُسمیں وہ provision دیا ہوا ہے۔ آپ لوگوں نے اعلان کیا تھا جناب اسپیکر!

اُس وقت ”کہ ہم per MPA میں کروڑ روپے دے رہے ہیں۔ تمام اخبارات نے شہر خیوں سے اُسکو چھاپا تھا۔ اور یہ جو پیسے آپ اُنکے سامنے رکھ رہے تھے۔ ہمارے دوست اب بھی چیخ رہے ہیں اور پورے صوبے میں ایک ایسی ہوا چلی کہ ہر کسی کا دل چاہتا ہے ”کہ میں جا کر اسمبلی میں بیٹھوں۔ اور یہ پیسے، اُس وقت کی اسمبلی کے ایک مجرجوں اس وقت نہیں ہے اُس نے یہ کہا تھا ”جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اتنا چھا کاروبار زندگی میں نہیں کیا تھا“۔ کیا کاروبار تھا؟ یہ اُسکے الفاظ تھے اگر جو آدمی کہنا چاہے یا اُسکو ثبوت کے طور پر، ایسی بات نہیں کروں گا ذمہ دار Floor پر ہوں۔ تو وہ پھر میں اُسکے سامنے رکھ سکتا ہوں۔ جناب اسپیکر! اسکے علاوہ یہ چیزیں جو انہوں نے اس طریقے سے violate کی تھیں۔ یہ بھی میرے پاس ہیں یہ میں آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ اور اُسکے علاوہ جناب اسپیکر! میں ابھی اس پر آتا ہوں میرے فاضل دوست اور ہمارے اپوزیشن لیڈر مولانا صاحب نے کہا کہ ہم نے این ایف سی ایوارڈ طے کر کے بڑا احسان کیا ہے۔ جناب اسپیکر! میرے پاس

قراردادیں موجود ہیں اُس اسمبلی کی، ہم لوگ چھٹر رہے تھے۔ ہمارے جعفر خان صاحب چلے گئے ہیں۔ وہ Chair پر بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ دس سال میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ انکے پانچ سال کے عرصے میں نہیں کہا ہو گا اور ہماری بچپنی گورنمنٹ میں کچول صاحب انکی جگہ ہوا کرتے تھے۔ میں تھا آپ ہمارے ساتھ تھے، اور ہم جس طریقے سے چیخ رہے تھے اور جو چیزیں ہم لائے تھے جناب اسپیکر! وہ قراردادیں جنکی بنیاد پر، پیپلز کامین ان معنوں میں شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پھر کیا کیا، کہ پرانی جو قراردادیں اسمبلیوں کی ہیں اُن پر عملدرآمد کرائیں گے۔ آپ کو مرکز سے سروہنزاں کو شے کے حوالے سے جو پیسے ملے، اُسکی قرارداد میرے پاس یہاں موجود ہے۔ آپ چاہیں تو میں آپکو یہ دے سکتا ہوں۔ جو ڈائریکٹوریٹ سے متعلق قرارداد، گیس کی رائٹیٹی، گیس ڈولپمنٹ سرچارج کے حوالے سے ہماری قراردادیں، ڈیزیز کے حوالے سے ہماری قراردادیں موجود ہیں اُسمیں مرکز سے ہم نے مطالبہ کیا تھا اور صوبے سے کیا تھا۔ نسیمیشن لائے کی قرارداد جناب اسپیکر! ہمارے پاس موجود ہے آپ جب چاہیں میں آپکو دے سکتا ہوں۔ جن قراردادوں پر عملدرآمد ہوا وہ تو ہوا اور جن پر نہیں ہوا وہ ابھی تک باقی ہیں۔ یہ کوئی بچپن، تیس قراردادیں بنتی ہیں، تو جناب اسپیکر! میں این ایف سی کے حوالے سے بات کر رہا تھا۔ صوبے میں نگران وزیر اعلیٰ تھا۔ اور یہ طے ہوا تھا باقاعدہ کہ صوبوں کو 80% دیں گے اور مرکز کیلئے 20%۔ اور ہمارے صوبے سے اُس نگران وزیر اعلیٰ نے اور دیگر صوبوں سے ہمارے ڈکٹیٹروں کے کہنے پر وہ ایوارڈ طنہیں ہوا۔ اُس میں صوبوں کا share 40 پر مرکز کا 60 پر چلا گیا۔ پھر جناب اسپیکر! اُسکے بعد جزل مشرف ایک فوجی آمر ایک ڈکٹیٹر۔ آپکو یاد ہے کہ این ایف سی کا ایوارڈ طے کرنے کا مسئلہ سامنے آیا۔ تو ہوا کیا جناب اسپیکر! ہمارے لوگ یہاں سے گئے۔ یہ پھر آئینی provision ہے جناب اسپیکر! میں ایسی بات نہیں کرتا آئین کے آرٹیکل 160۔ اُسمیں این ایف سی کیسے طے کیا جاتا ہے۔ ہمارے لوگ یہاں سے گئے وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ کچول سے ہمارا گلہ کیوں تھا؟ وہاں جب بیٹھے تو پھر انہوں نے unauthorized ایک ڈکٹیٹر، ایک غیر قانونی حکمران کو اختیارات دے دیئے۔ کہ وہ این ایف سی کا خود اعلان کریں ہمارے اختیار اُنکے پاس ہے۔“ There is no such provision in the Constitution. ” یہ نہیں تھا، انہوں نے یہ کیا اور یہ سارے بیٹھے تھے، کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اور چیخ و پکار کے بعد جب آمریت کے دن گئے جا رہے تھے اور آمریت رخصت ہو رہی تھی اور رخصت ہونے کے بعد، پستو میں کہتے ہیں کہ ”مومن خان کی ماڑ“ والا قصہ ہے۔ مومن خان نے سانپ مارا تھا (اڑدھا)۔ پھر ہر ایک نے ایک تراشہ اُس سے نکالا تھا اور لا کر دکھار ہے تھے۔ کہ کون مارا ہے؟ ہر ایک کہتے تھے کہ ”میں نے مارا ہے“۔ ”میں نے مارا ہے“۔ آخر میں جب مومن خان

آیا تو انہوں نے سارا قصہ سنایا تو سب کے قصے جھوٹ نکلے۔ تو جناب اپیکر! مسئلہ یہ تھا اور اس آمریت کے حوالے سے آج بات کرتے ہیں، اچھی بات ہے۔ واقعتاً جمہوریت اس ملک کی ضرورت ہے ہماری ضرورت ہے اور ساری دنیا جمہوریت کے راستے پر چل نکلی ہے اور چل پڑی ہے۔ میں جمہوریت چاہیئے۔ مجھے خوشی ہے۔ میں مولانا صاحب جان، تمام دوستوں اور ساتھیوں کو جمہوریت پر مبارکباد دیتا ہوں۔ جناب اپیکر!

as such ہماری دشمنی فوج سے نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے جناب اپیکر! ہماری مخالفت فوج کے ساتھ اس بات پر رہی ہے کہ حکمرانی کا حق صرف عوام کو حاصل ہے۔ دنیا میں جو مردِ نظام ہے وہ یہ ہے کہ عوام حکمرانی کریں گے۔ وہ حق بزورِ بندوق چھینتے تھے۔ پہلا مارشل لاءِ اکتوبر میں لگا، ایوب خان کا مارشل لاءِ اور پہلے دن خان عبدالصمد خان اچکزئی قید ہوئے۔ دوسرا مارشل لگا ہم پر گولیاں چلیں۔ MRD کا جلوس تھا اور جزل رحیم الدین clear-cut اعلانیہ کہتا تھا کہ ”مُحَمَّد خان کہاں گیا؟ کیوں نہیں مارا گیا؟“۔ اُنکی انتظامیہ نے کہا کہ ”بہت سے لوگ تھے جلوس تھے۔ کہا ”جھوٹ مت بولو کوئی نہیں تھا“۔ بہرحال آگے نہیں جاتا ہوں ہمارے ساتھ بہت سے دوست اسے نہیں تھے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سائز ہے چھ سال مُحَمَّد خان روپوش رہے۔ آخری جو مارشل لاءِ تھا ہمارے گھر پر حملہ ہوا اور حملے کے بعد کہتے ہیں ”کہ ہم نے یہ نہیں کہا ہے“۔ یا! سیاسی مخالفت ہم ایک دوسرے کی کرتے ہیں۔ مقابلے میں پارٹیاں ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے گھر پر اُنکے ڈکٹیٹروں کی طرف سے حملہ ہوا باقاعدہ statements دیئے گئے کہ اصل لوگ نہیں مارے گئے۔ یہ اس قسم کی چیزیں ہیں۔ جہاں تک ہم پہنچ ہیں جو منزل طے ہوا ہے جس طریقے سے طے ہوا ہے۔ کہ جس نے جس طرح کیا جیسے کیا خیر۔ اب جہاں ہم کھڑے ہیں جو ڈیشٹرکٹر دی ہے جو فرقہ پرستی ہے یہ تمام چیزیں جناب اپیکر! رات کو نازل نہیں ہوئی ہیں یہ ہماری ساتھ سالہ غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہیں اور ان غلط پالیسیوں میں خارجہ اور داخلہ پالیسیاں۔ جمہوریت کو پہنچنے نہیں دینا قوموں کے حقوق نہیں دینا فلاں ان چیز نہ کرنا ہر چیز پر قدغن لگانا۔ ”یہ غدار وہ غدار فلاں غدار فلاں غدار“۔ آج یہاں تک ہم آگئے ہیں کہ ایک غدار ہے ملک کے اور وہ فوجی ڈکٹیٹر جزل مشرف اُس پر مقدمہ چلانا چاہیئے۔ میں نواز شریف کے ساتھ ہوں اور اُسکے اس فیصلے کو داد دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ کون کھا رہا ہے۔ میں اس پر صرف اتنا کہتا ہوں جناب اپیکر! کہ انسان تجربے سے سیکھتا ہے اور تجربہ وہ اُستاد ہے کہ اُسکی مار پہلے پڑتی ہے اور انسان کو سبق بعد میں یاد ہو جاتا ہے۔ تو اس ناتر س اُستاد کی تھپڑیں ہم سب نے کھائی ہیں۔ ہم پہلے دن سے مخالف تھے اور جو دوست رہے تھے اُنکو بھی یہ تھپڑیں پڑ رہی تھیں۔ اور تھپڑیں پڑنے کے بعد جناب اپیکر! جہاں وہ آ رہے ہیں واقعتاً آج ہم ایک جمہوریت پارلیمنٹری

سمیم میں سانس لے رہے ہیں اور اسکو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو جناب اپیکر! میں اس بات پر آتا ہوں کہ یہ نظام کیسے چلا ہے؟ آج تک کیسے پہنچا ہے؟۔۔۔ (داخلت۔شور)

(اس موقع پر میر جان محمد خان جمالی، جناب اپیکر! ایوان میں آئے اور صدارت کی کرسی پر منتمنکن ہوئے)

جناب اپیکر: آپ بولتے رہیں، آپ کا مائیک آن نہیں ہے۔ جی زیارت وال صاحب آپ اپنی بحث جاری رکھیں۔

جناب عبدالرحیم زیارت وال (صوبائی وزیر): جناب اپیکر! ہم نے برداشت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے تقریر کی اور ہم جس طرح سن رہے تھے اسی طرح سننے کی صلاحیت ہماری طرح وہ بھی رکھیں۔ اب ہم اسکا جواب دے رہے ہیں۔ صوبے کے حوالے سے جناب اپیکر! ہم یہاں ایک پر امن نظام قائم کرنا چاہتے ہیں ہمیں گورنری ملی ہے عبدالصمد خان اچنڈی کے گھر کا ایک آدمی well-educated گورنر کی حیثیت سے وہاں بیٹھا ہوا ہے اور ڈاکٹر صاحب وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے بیٹھے ہیں یہ کام ہم نے کیا تھا اس سے پہلے یہ طے ہوا تھا کہ دو اہم چوکیوں میں سے ایک پتوں کے پاس ہوگی ایک بلوج کے پاس۔ نیچے میں دس سال یہ روانیات پھر، اولیں غنی کے بعد وہ پھر وہاں سے لاتے تھے وہ کس کا گورنر ہوا کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ یہ زیارت وال صاحب کو پتا نہیں کیسے نواز رہے ہیں میرا خیال یہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو نواز رہے ہیں۔ وہ تھا کس دنیا کا آدمی اور آخر وقت میں تو میں نے اُس سے یہ کہا کہ بھتی میں نے دنیا میں لوگ دیکھے ہیں آپ جیسا آدمی مجھے نہ زندگی میں ملا ہے نہ میں نے دیکھا ہے۔ ظاہر اُتو آپ ایک شریف آدمی لگ رہے ہیں۔ اور اندر سے معلوم نہیں آپ کیا ہیں؟ اب پتا چلتا ہے کہ آپ اندر سے کیا ہیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیزیں smoothly چاہیئے تھیں زیارت وال کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کرنا چاہیئے تھیں۔ تو جناب اپیکر! جمہوری معاشرے میں جمہوری ماحدوں میں یہ چیزیں ہمارے سامنے ہیں اگر ہم اس صوبے کو چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو آگے والوں سے کہیں کہ آپ ملک کو اس طریقے سے چلانیں تو وہ تو نہیں سنبھال سکتے۔ مولانا صاحب نے بات کی وہاں کہتے تھے انکو“ کہ آپ چھوٹے چھوٹے گروپوں میں آ جاتے ہیں پھر سب کے مفادات ایک دوسرے سے متفاہد ہوتے ہیں اور پھر وہاں لڑائی جھگڑا ہوتا ہے ہم آپ کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں“۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس سے بچنے کیلئے آپ لوگوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ وہ مظاہرہ اب دوبارہ پیش نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ میں اُسکے ان الفاظ پر اُسکو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب اسپیکر! ہم جہاں کھڑے تھے، لوگ اس طرف آگئے ہیں۔ کہتے ہیں ”کہ آپ ہمیں“، ”بaba! خدا کیلئے، اس جمہوریت کیلئے، اس پارلیمنٹ کیلئے، اس اسمبلی کیلئے۔ آپ تھے، ہمارے ساتھ۔ نواب بُکٹی صاحب کے خلاف جو ہوا۔ چھاؤنی کی جو قرارداد آئی۔ سب نے ہمت کر کے چھاؤنی بنانے کی مخالفت کی۔ نواب صاحب کے خلاف جو ہوا۔ اس اسمبلی میں آپ کیا کہتے تھے؟ کیا ہم اسے یہ کہتے ”کہ مارونواب صاحب کو“، never۔ ہمارا منشاء ہماری مرضی کے خلاف نواب صاحب کو قتل کیا گیا۔ اور ایک فوجی نے کہا ”میرے پاس ایسی چیزیں ہیں کہ جہاں بھی ہوا، میں hit کر سکتا ہوں“۔ yes۔ پاکستان ایک ریاست ہے۔ اور پاکستان کے پڑوس میں اُنکے مخالف دشمن کہیں جو بھی رہتے ہیں، اُسکے مقابلے میں اُسکے پاس اوزار ہونگے، But not those things for Doctor Sahib. جو ہم نے خریدے ہیں، اسلئے نہیں خریدے ہیں کہ ہم بُکٹی صاحب کو ماریں گے۔

نے بُکٹی صاحب کو ماریں گے، نہ ڈاکٹر صاحب کو نہ بابت کو۔ وہ جس مقصد کیلئے ہم نے لیئے ہیں اُس مقصد کیلئے ہم استعمال کریں گے۔ تو جناب اسپیکر! یہاں چیزیں اس طریقے سے گذڑ ہو رہی ہیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے، ڈاکٹر صاحب آپ جو کہیں گے، لوگوں کی دل آزاری ہو جاتی ہے۔ یہ ریکارڈ کی باتیں ہیں۔ History میں چھپا سکتا ہوں نہ آپ چھپا سکتے ہیں۔ یہ کس طریقے سے ہیں، کیا ہے، کیا نہیں ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے، میں کسی پر اس طریقے سے الزام نہیں لگاتا ہوں۔ مولانا صاحب کا Leader اُنکے لئے جتنا محترم ہے، اگر میں انکا احترام نہیں کروں تو وہ ہماری Leadership کا احترام نہیں کریں گے۔ میں پہلے انکا احترام کروں گا، وہ ہماری Leadership کا احترام کریں گے۔ باقی جو چیزیں ہیں، انکا اپنا ایک راستہ ہے، ہمارا اپنا ایک راستہ ہے۔ کل مولانا گلاب صاحب یہاں بیٹھے تھے، وہ پھر ہمیں اسلام سکھا رہے تھے۔ مولانا عبدالواسع (قائد حزب اختلاف): پواسٹ آف آرڈر جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی۔

قائد حزب اختلاف: میرے خیال میں Leadership کے، جیسے کہ زیارت وال صاحب نے کہا کہ ہم Leadership کا احترام کرتے ہیں۔ ہم نے کسی کو، مصطفیٰ جو کہتے ہیں، پتا نہیں انہوں نے، میں نے کہا کہ ضیاء الحق کے خلاف جو جلوں نکلا تھا، اُسی میں مولانا شیرانی اور محمود خان اچکزئی دونوں تھے۔ تو میں نے آنکی Leadership کا نام لے لیا میں نے نہیں کہا کہ یہ ہوا ہے۔ تو کس نے Leadership کی توہین کی ہے کہ وہ سخن پا ہو گئے۔ میں نے کہا کہ جب مارش لاء کی مخالفت تھی، تو میری اور آپ کی قیادت تھی اور میری اور آپ کی Leadership ایک ساتھ نکلی۔ تو کیا یہ توہین ہے؟

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے. please,please زیارت وال صاحب! آپ cotinue کریں۔ اور اپنی تقریر کو آگے بڑھائیں۔

عبدالرحیم زیارت وال (صوبائی وزیر): جناب اسپیکر! میں cotinue کر رہا ہوں۔ ابھی اس پر آتے ہیں جناب اسپیکر! ہمارے یہاں کچھ مسائل ہیں، ہم نے جو بجٹ بنایا ہے اسی میں جن چیزوں کی۔۔۔۔۔

نواب شاء اللہ خان زہری (صوبائی وزیر): پاؤئٹ آف آرڈر جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی نواب صاحب۔

نواب شاء اللہ خان زہری (صوبائی وزیر): بڑی مہربانی۔ شروع دن سے، جس دن میں نے اپنی speech میں کہا کہ ہماری اپنی روایتیں رہی ہیں۔ اور بلوجستان اسمبلی کی خوداپنی روایتیں ہیں۔ مولانا صاحب نے بتیں کیں، رحیم زیارت وال صاحب نے بتیں کیں، ڈاکٹر صاحب نے، ہم سب نے بتیں کیں۔ تو ابھی یہ تنخ ماحول جو یہاں پیدا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے، آئندہ کیلئے میں request کروں گا، اپنے معزز زار اکین سے، کہ یہ بلوجستان اسمبلی اس ایوان کی جو ایک روایت رہی ہے، اسکو وہ منظر رکھیں۔ اور ذاتی کوشش کریں، ہم ایک دوسرے پر ذاتی تنقید نہ کریں۔ ایک دوسرے کی Leadership کا احترام کریں۔ سب نے یہاں قربانیاں دی ہیں۔ ہر ایک کی بلوجستان میں قربانیاں ہیں۔ ان قربانیوں سے کوئی بھی انکار نہیں ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا واسع صاحب اس وقت Opposition Leader ہیں۔ ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ اور ان سے بھی ہم یہ موقع رکھتے ہیں کہ opposition Leader کا جو role ہوتا ہے، وہ اپنا role ادا کریں گے۔

اور ہم اپنے دوستوں سے، خصوصاً سب سے پہلے میں اپنے آپ سے کہوں گا، مسلم لیگی دوستوں سے کہوں گا، پھر اپنے coalition partners سے، کہ ہم سب نے مل کر اس House کو بہت اچھے طریقے سے، افہام و تفہیم سے چلانا ہے۔ اور کوشش کرنا ہے کہ ایک دوسرے کی جو Leadership ہے۔ یا ایک دوسرے کا جو احترام ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم بھی چھوٹے لوگ نہیں ہیں۔ سب لوگ منتخب ہو کر آئے ہیں۔ سب کو عوام نے respect دی ہے۔ ہم ایک message باہر نہیں بھجیں کہ ہم non-serious لوگ ہیں۔ ہم اس معاملے میں serious نہیں ہیں۔ یا ہم ایک دوسرے کی Leadership کا احترام نہیں کرتے ہیں۔ یا ہم ایک دوسرے کا احترام نہیں کرتے ہیں۔ تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ بلوجستان کے لوگوں کیلئے یا بلوجستان کے حوالے سے ایک ناطہ message جائیگا۔ اس حوالے سے جو کچھ بھی ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ اسکو نہیں نہیں دھرا یا جائیگا۔ Thank you جی۔۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: نہیں، دہرانا نہیں چاہئے۔ مہربانی۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) جی زیرتوال صاحب!

جناب عبدالرحیم زیرتوال (صوبائی وزیر): شکریہ جناب اسپیکر! ایک اور بات مولانا صاحب نے کہی تھی۔ کہ ہمارے مسلم باغ میں کرومائٹ کی جو ماٹیز ہیں، انکی الامتنث کا طریقہ کار۔ جناب اسپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ماٹنگ اور منزل ایکٹ ہمارے پاس موجود ہے۔ اُسمیں سارا طریقہ کار موجود ہے۔ بات صرف کہ ماٹنگ اور اسکی implementation کی ہے۔ اور اُسکی implementation میں غلط طریقے سے ہوتی چلی آتی ہے۔ سب سے پہلے جو آدمی application دیتا ہے تو DCO اسے ماٹنگ ڈیپارٹمنٹ کو mark کرتا ہے اُس آدمی کو وہاں جانا ہوگا۔ DCO کو اس علاقے کے معتبرین اور معززین کو بلانا ہوگا کہ یہ آدمی اس پہاڑ سے فلاں چیز نکلوانے کے لئے اُسکی allotment چاہتا ہے۔ اگر آپ لوگ اسکی اجازت دینکے تو میں انکو NOC دوں گا۔ NOC کے بعد ڈیپارٹمنٹ کے پاس آتا ہے۔ اور وہ اُسکی allotment کرتا ہے۔ تو اُسکا ایک طریقہ کار موجود ہے۔ اُس طریقہ کار کو violate کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہیں۔ ہم اپنے DCOs کو اس بات کا پابند بنائیں کہ آج کے بعد منزد، ماٹیز جہاں جہاں بھی ہیں، اُسکو پرانے طریقوں سے، نوازنے والے طریقوں سے نہیں کرنا ہے۔ Act میں جو چیزیں موجود ہیں، اُنکو follow کرتے ہوئے آپ آدمی کو وہاں بھجوائیں۔ وہ جا کر elders سے، وہاں کے لوگوں سے، وہاں کے معتبرین سے ملیں۔ قبیلوں کے سربراہوں سے ملیں۔ اور انکے کہنے پر کریں۔ اور جناب اسپیکر! اسکے علاوہ، پھر میں اس پر آتا ہوں جو ہماری دوسری آخری priority وہ یہ ہے جناب اسپیکر! ہمارا آپکے توسط سے بھی ہمارے دوست، چیف سیکریٹری صاحب بھی یہاں بیٹھے ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ صوبے کا ایجوکیشن اور، ہیاتھ کے بعد امن و امان ہے۔ اسکے علاوہ ہمارا مسئلہ زیریز میں پانی کا ہے جناب اسپیکر! کوئی کی آبادی تیں لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ قلات سے کوئی اور کوئی سے قلعہ سیف اللہ تک آپکے جو congested thickly populated areas ہیں۔

populated area ہیں۔ انکی زراعت کیلئے پانی، آنے والے پانچ، دس سال میں ہمارے پاس زیریز میں جو ذخیرہ ہے، وہ ختم ہونے والا ہے۔ ایک ہونڈ پانی آپکو نہیں ملے گا۔ ایک جنی اور جنگل بنیادوں پر، مثال کے طور پر 200 ڈیزر کھے ہیں۔ مولانا صاحب اسکے شاہد ہیں، 2 سال میں کوئی 20 کا اعلان کر دیتے ہیں۔ پھر پیسے کبھی دیتے ہیں، کبھی نہیں دیتے۔ تو اُسیں میرا کہنا یہ ہے کہ جو 200 ڈیزر ہیں، جو منظور ہیں جناب اسپیکر! انکو ایک جنی بنیادوں پر، ڈاکٹر صاحب اور چیف سیکریٹری صاحب بیٹھے ہیں، میں اور نواب صاحب سب اس پر زور دیں گے کہ بھائی! یہ پیسے دیں۔ ہم اس سے دوچار ہیں، باقی چیزوں کو چھوڑ کر کہ ہم یہاں سے پانی کی وجہ سے

migrate کر جائیں گے۔ تو جناب اپیکر! کافی بھروسے لوگ کوئی آرہے ہیں۔ اور سے پانی خشک ہو رہا ہے۔ پانی نہیں ہے۔ الہزادہ آبادی کیلئے یہاں آرہے ہیں۔ تو یہ چیزیں تھیں جناب اپیکر! اسکے بعد ہمارے پاس جنگلات ہیں۔ اور اُسمیں پھر ہم نے seriously کام نہیں کیا ہے۔ میں مالک صاحب کو Leader of the House کی حیثیت سے یہ گزارش پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جو جنگلات ہیں، زیارت میں صنوبر کے اور قلات کے۔ یہ international heritage اعلان ہوا ہے۔ اس پر دنیا آپکو پیسے دے گی۔ اور اُسمیں مفت پیسے دے گی international heritage کو رکھنے کیلئے۔ تو جناب اپیکر! ہمارے چیف سیکریٹری صاحب ادھری ہیں۔ paper-work ہونا چاہئے۔ چیزیں بنی چاہئیں۔ اور دنیا سے اس درٹ کے تحفظ کیلئے مدد مانگی چاہیئے۔ اور اس کو تحفظ مانا چاہئے۔ میں نے خود report کی ہے۔ میں ذمہ دار آدمی کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ پانچ، سو، چھ سو درخت دس دن میں کٹ گئے ہیں۔ لارہے ہیں، اُتارہے ہیں، گیس ہے وہ بھی ٹھیک طریقے سے نہیں آ رہی ہے۔ سردیوں میں نہیں ہوا کرتی ہے۔ گرمیوں میں تھوڑا بہت گزارہ ہو جاتا ہے۔ تو جناب اپیکر! یہ چیزیں اہمیت والی ہیں۔ انکو اس طریقے سے ہم اہمیت دیں۔ باقی چیزیں ہم وہاں مرکز میں بیان کرنے جا رہے ہیں۔ چاہے وہ ٹرنسیشن لائن ہو، چاہے ہماری بھلی کے دیگر مسائل ہوں۔ چاہے ہماری روڈز ہوں جناب اپیکر! یہ ایک رُجان چلا ہے۔ اس رُجان کو یہاں سے papers work میں condemn کرنا چاہیے۔ جناب اپیکر! جب ہم flood-protection کیلئے پیسے مانگتے ہیں۔ تو وہ population کی بنیاد پر دیتے ہیں۔ جب ہم NHA کیلئے پیسے مانگتے ہیں، یعنی 7 ہزار، 8 ہزار کلومیٹر NHA ہے۔ اُسمیں آدھے سے تھوڑا کم ہمارے پاس ہے۔ صحیح figures میرے پاس نہیں ہیں۔ اگر 8000 ہے، تو ان میں سے کم از کم ساڑھے تین ہزار کلومیٹر روڈ آپکے علاقوں میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ اب جب پیسے وہ آبادی کی بنیاد پر دیں گے 6%۔ تو 6% سے ساڑھے تین ہزار کلومیٹر روڈ کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے؟ اور پھر یہاں امن و امان کا مسئلہ ہے۔ ہماری کوئی، چمن روڈ گزشتہ 15 سال سے، لورالائی، ڈیرہ غازی خان روڈ گزشتہ 16 سال سے، چالیس کلومیٹر کا راستہ ہے۔ جناب چیف سیکریٹری صاحب! آپ اسکا notice لیں۔ چالیس کلومیٹر ساڑھے تین گھنٹے میں، تین مرتبہ بنی ہے۔ تین مرتبہ اکھاڑی گئی ہے۔ کمپنی بھی فوج کی ہے۔ FWO، یہ بنارہی ہے اکھاڑرہی ہے۔ ہم غریب لوگ ہیں کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ نہ NHA کرتی ہے۔ اور ہماری ایک ہی supply line ہے۔ اسی line پر ہم جاتے ہیں۔ پچھلے سال تو یہ خراب تھی اور بند ہو گئی تھی۔ اور ژوب والی بھی بند ہو گئی۔ نہ اُدھر جا سکتے تھے ادھر۔ آپکے ضلع والا راستہ بھی پانی کی وجہ سے بند ہو گیا

تھا۔ تو صوبہ ایک معنی میں مخصوص ہو کر رہ گیا تھا۔ ہماری تمام چیزیں، فروٹ، انگور اور سبزیاں گل سڑ رہی تھیں۔ ایک دن کی بھی انکی life نہیں۔ وہ ساری گل سڑ گئیں۔ زمیندار ادھر سے بھی مارے جاتے ہیں اور ادھر سے بھی۔ تو جناب اپنیکر! میں نے ذاتی طور پر خیر پشنٹو انخوا کے وزیر اعلیٰ کو دعوت بھی دی۔ اور اس سے یہ کہا کہ ڈاکٹر مالک صاحب اور آپ دونوں ایک میٹنگ رکھیں NHA کے ساتھ باقی چیزوں پر بھی جو ہمیں ایک دوسرے سے، جہاں مل رہے ہیں ایک میٹنگ کریں گے اور ان چیزوں کو، ان لائنوں کو، ان سڑکوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں گے۔ تو جناب اپنیکر! یہ تمام چیزیں ہماری نظر میں ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ گورنمنٹ کے طور پر ہم یہ کریں گے۔ اور اس میں دوست جو بھی ثابت تجویز دینے ہم welcome کہیں گے۔ جو بھی تقید کریں گے اس پر ہم عمل کریں گے جناب اپنیکر! میں آپکے توسط سے ہر نائی دوں مل جو دنیا میں شہرت رکھنے والی ایک مل تھی۔ میرے والد 80ء میں حج کے لئے گئے تھے۔ انہوں نے وہاں سے ایک کمل لایا۔ جب میں نے اسکو کھول کر دیکھا تو اس پر Made in Pakistan Harnai لکھا ہوا تھا۔ تو اچھی چیز سمجھ کر، چاپانی چیز سمجھ کر، پتا نہیں اُسکے پاس پیسے کتنے تھے۔ اُسکی بنیاد پر اسکو لیا تھا۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے، وہ مل بند ہے۔ ہر نائی ریلوے لائن بند ہے۔ اور خواتوہ مفت میں بند ہے۔ ایک ایسی ریلوے لائن جو پورے صوبے کی ریلوے کے خسارے کو پورا کرتی تھی۔ آمدی میں جاری تھی۔ اُس وقت پندرہ، بیس کروڑ روپے سالانہ اُسکی آمدی تھی، لیکن اسکو بند کیا گیا۔ چونکہ اُس سے کوئی جارہا تھا۔ روڈ زتو ہمارے پاس نہ پہلے تھیں نہاب ہیں۔ اب ڈکی والے پچاس ٹن کا کراچی لا ہور تک دیتے ہیں یا پیسٹن کا کراچی ہر نائی سے لا ہور تک دیتے ہیں۔ تو اس کو تسلی کا سارا اپسیسہ کرایہ میں جاتا ہے کسی کو کچھ بھی نہیں ملتا ہے۔ سب نے چھوڑ دیا ہے۔ تو اس قسم کی صورتحال ہے۔ اور امن و امان اپنی جگہ پر۔ تو اس پر action لینا چاہئے۔ اس پر active ہونا چاہئے۔ یہ چیزیں ہماری بنتی چاہئیں۔ اور صوبے کی محرومیوں کو ختم کرنے کا آج تک جور و احتجاج آیا ہے، مولانا صاحب نے اپنی تقریب میں یہ کہا۔ میں نے وہاں بھی اُنکے سامنے یہ بات رکھی کہ بھائی! آپکے تمیں ارب کی allocation ہے سال کی، اس میں آپ پانچ ارب ہمیں دیتے ہیں۔ 20% سے بھی آپ نے زیادہ دیا ہے، یہ لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی کہے کہ نہیں ہمیں اُس سال دینے کی بات ہے، اُس پر وہ انکاری ہو جاتے ہیں۔ تو یہ مشکل مرحلہ ہیں، سب ملک کو شکش کریں گے۔ ہماری پارٹیوں کے دوست وہاں ہیں۔ محمود خان صاحب ہیں۔ اُنکی پارٹی کا وزیر اعظم کی حیثیت سے۔ مولانا صاحب مولوی صاحب وہاں ہیں۔ سب کی مدد لے کر، سب کو اکھٹا کر کے میڑھ کی صورت میں کہ ہماری جو حالت ہے،

ڈاکٹر صاحب نے کہہ دیا کہ سیاسی طور پر آپ نے مدد کی ہے۔ لیکن آپ مدد نہیں کر سکتے تو ہم آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) تو وہ مدد ہم سب دوستوں کیلئے ہو گی ایک فرد کیلئے نہیں۔ تو یہ گزارشات تھیں جو میں نے آپکے سامنے رکھیں۔ اور اس پر دوستوں میں جو تباخاں ہوئیں، میں آپکے توسط سے اس پر مذمت چاہتا ہوں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) میں ذاتی طور پر کسی شخص کی، کسی لیدر کی تو ہیں نہیں کرنا چاہتا ہوں نہ اس بنیاد پر میں یہاں آیا ہوں۔ البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں، حقائق ہیں، تلحیح ہیں، کوشش کرتا ہوں کہ نرم الفاظ میں، نرم پیرائے میں بیان کی جائیں۔ اور تو جو چاہتا ہوں کہ یار! ان چیزوں کو ٹھیک کیسے کر سکتے ہیں۔ اس بنیاد پر میں نے بات کی ہے۔ اور اس سے اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو، تو میں مذمت چاہتا ہوں۔ البتہ بڑوں کی حیثیت میں یا ہم جیسے لوگ۔ میں مولانا واسع کی حیثیت کے اور پہلی بات کرنا اپنے لئے اچھا نہیں سمجھتا۔ تو پھر جو بڑے ہیں، ہمارے جو Leaders ہیں، پارٹی کے Leaders ہیں اور ان پر اس طریقے سے بات کرنا یہ اچھا نہیں لگتا۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں کی روایات کو منظر رکھتے ہوئے۔ حضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ ”کسی کے مصنوعی خدا کو، کسی کے مصنوعی پیغمبر کو گالی نہیں دو۔ اگر آپ دینگے تو آپکی حقیقی خدا اور حقیقی پیغمبر کے پیچھے پھر لوگ پتا نہیں کیا کہیں گے۔“ تو ہمیں بھی چاہیے کہ اسی طریقے سے، جس پارٹی کے جو بھی راہنماء ہے، جو بھی اُنکے Leaders ہیں، تو وہ اُن کیلئے قابل احترام ہیں۔ ہمارے لئے بھی قابل احترام ہیں۔ ہم اگر مقابلہ کریں گے تو سیاسی field پر اُسکا مقابلہ کریں گے۔ جس طریقے سے ہم اپنے کردار کو پیش کر رہے ہیں اسی طرح وہ اپنے کردار کو پیش کر رہے ہیں۔ اور جس طریقے سے ہم یہاں آئے ہیں۔ کل وہ یہاں تھے، ہم نہیں تھے۔ تو آنے والے کل کو پھر نئے لوگ آئیں گے ہمارے اور آپکی جگہ۔ لیکن کم از کم روایات کی، یہ ایوان ہے اس کی روایات کو ہم زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اس ایوان کو صوبے کا مقتدر ایوان گردانتے ہیں۔ سمجھتے ہیں۔ اور سب دوستوں سے گزارش ہے یہ کرتے ہیں کہ اسکا احترام کیا جائے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) thank you، شکریہ۔

جناب اپیکر: شکریہ زیارت وال صاحب! انشاء اللہ یہی روؤیہ ہیگا صبراً و حوصلے کے ساتھ۔

جناب رحمت علی بلوج: جناب اپیکر!

جناب اپیکر: رحمت! بیٹھ جائیں please۔ نہیں بس آج نہیں دوں گا ایک منٹ۔ یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں رحمت صاحب! یہ C.M. صاحب کے اپنے نوٹس میں ہے۔ آپ بیٹھیں، دو منٹ تشریف رکھیں۔ میرے خیال میں C.M. صاحب نے ہم سب کے سامنے ذکر کیا، آپکے بھگور ہسپتال کا۔ آپ سینیں تو صحیح، آپ تو

سنے کی موڈ میں ہیں، سنے کی موڈ میں نہیں۔ آپکے اپنے Leader of the House کی، جو خود بھی اس چیز کا ذکر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالمالک بلوج (قائد ایوان): مسٹر اسپیکر صاحب! میں رحمت صاحب کی خدمت میں، باقی تمام دوستوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ باقی ممبر ان پھر بھی جا رہے ہیں، چائے کے بہانے، دوسرے بہانے سے، میں تو continuously بیٹھا ہوں۔ اس وقت تین لوگ ہمارے notes لکھ رہے ہیں۔ میں خود لکھ رہا ہوں۔ دو لوگ وہاں لکھ رہے ہیں۔ اگر wind-up speech میں تمام دوستوں کے سوالات کے جوابات ہم نے نہیں دیئے، تو پھر وہ گلہ کریں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: جی۔ بھی میں، آپ دوستوں میں کتنا حوصلہ مزید بیٹھنے کا، یہ امتحان ہے، صبر کا۔ آدھا گھنٹہ میرے خیال اور بیٹھیں۔ دو اور تقاریر یہ جاؤں گیں۔ سنے کی عادت ڈالیں۔ جی۔ سرفراز بھٹی صاحب! پھر میں آپکو تھوڑی information دینے لگا ہونگا۔ وہ کچھ مسئلہ جو اٹھایا تھا۔ رضا صاحب! آپکا آخر میں۔

باری، باری ہوتا جائیگا۔ کیونکہ ابھی زیارت وال، پھر وہ، پھر اس طرح ہوتا جائیگا rotation ہو گا۔

جناب سرفراز احمد بھٹی: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکر یہ جناب اسپیکر! میں سب سے پہلے قائد ایوان کو اور جو ہمارے coalition-partners کے پارلیمانی لیڈران ہیں، انکو مبارکباد پیش کرتا ہوں، کم وقت میں ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر۔ اور ساتھ ساتھ جو ہماری بیور و کریسی کے دوست جنہوں نے اس پر شب و روز منت کی، وہ بھی یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جس حلقے میں ہوں، ڈیرہ بگٹی سے، میں جب اُسکی حالت زار دیکھتا تھا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید ہم حالت جنگ میں رہے ہیں۔ لوگ شاید آزاد ہو گئے ہیں۔ ہم تو بڑے عرصے سے غلام تھے۔ اور پھر میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ ہمارے ہاں جو ڈیموکریسی ہے وہ bullet کی کم تھی۔ تو میرا دل بڑے خون کے آنسو رفتا تھا۔ جب میں یہاں آیا، معزز ایوان کے تمام بلوچستان سے لوگ آئے جنہوں نے اپنے اپنے حلقوں کے مسائل بیان کیے۔ تو مجھے غالب کا شعر یاد آیا۔ ”کہ دل خوش ہو امسجد ویراں کو دیکھ کے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام کے تمام، پورے بلوچستان کا حال یہی ہے۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ زدگی کی وجہ سے بلوچستان کے حالات شاید اتنے خراب نہیں ہیں۔ یہ جو infrastructure بتاہ ہے، اُسکی وجہ صرف اور صرف کرپشن ہے۔ اور کرپشن کی بنیاد جو ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) میں سمجھتا ہوں کہ اس کرپشن میں ہم دلوگ برابر کے شریک ہیں۔ ایک وہ جو ہم ادھر ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں، معذرت کے ساتھ، ناراض نہ ہونا۔ اور ایک جو میرے اُلٹے ہاتھ پر صاحبان بیٹھے

ہیں، آپ بھی ناراض نہ ہوں۔ کیونکہ آپ کی ناراضی مول لینا بڑا خطرناک ہے۔ انگی ناراضگی کی خیر ہے۔ اب میں جناب اسپیکر! بجٹ کے حوالے سے جو بات کی، ایجوکیشن پر، اس پر کوئی دورائے نہیں۔ کہ ایجوکیشن وہ کسی بھی سوسائٹی کی up-lift میں، معاشرتی up-lift میں، معاشرتی up-lift میں سب سے important role play کرتی ہے۔ لیکن میں جیران ہوتا ہوں، پھر میں اپنے ڈسٹرکٹ میں جاؤں، اپنے حلے میں جاؤں۔ موجودہ چیف سیکرٹری کے آنے سے پہلے، کاش! سامنے نہ بیٹھے ہوتے، میں ہر فلور پر یہی کہتا ہوں۔ تمام کے تمام اسکول not a singel one جی! تمام کے تمام اسکول بند پڑے ہیں۔ تمام پر امری اسکول، تمام ہائی اسکول، تمام ٹیکنیکل اسکول، وڈیوں کے بیٹھک ہیں۔ ٹیچرز گھروں میں بیٹھ کر تنخواہ لے رہے ہیں۔ تو نسہ شریف میں بیٹھ کر تنخواہ لیتے ہیں۔ خود ڈیرہ بگٹی میں بیٹھ کر تنخواہ لیتے ہیں۔ اگر ہم نے اسکول بنایا جیں، ہمارے ہاں تو ہرسات اسٹوڈنٹ پر ایک ٹیچر ہے۔ اُسکے باوجود ہمارا تعلیمی نظام تباہ ہے، کتنے بگٹی پڑھے لکھے ہیں۔ یہ پتا چل گیا ہوگا آپکو۔ بات اتنی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اُس develop infrastructure کو کرنے کی ضرورت ہے۔ ایجوکیشن سسٹم کو develop کرنے کی ضرورت ہے۔ جو 1980 میں '90 میں، سب لوگوں کو پتا ہے، کہ ایک ایجوکیشن سسٹم، یہاں ایک ideal education system کا تھا۔ یہاں جواب بھی ایک صاحب فرمارہے تھے، شاید بابت صاحب فرمارہے تھے کہ اب بھی بھی دستخط ہو رہے ہیں۔ لوگ بھرتی ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ ایجوکیشن میں، ڈیرہ بگٹی میں اب بھی بھرتی ہو رہے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں۔ یہ بھی آپ سن کر جیران ہو گئے کہ ایک، ہماری اقیقتی برادری ہے، کوئی خدا نخواستہ میں آپکی دل آزاری نہیں چاہتا ہوں۔ لیکن ایک ہندو معلم قرآن بھرتی کیا گیا ہے ڈیرہ بگٹی میں۔ اب آپ یہ تمام باتیں اسی طرح۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: سرفراز صاحب! ایک منٹ hold کریں۔ ایک famous incident ہے، واقعہ ہے۔ کیونکہ آپ زیادہ تھکے ہوئے ہیں۔ ناظمین صلوٰۃ کا دوار آیا تھا ضیاء الحق کے زمانے میں۔ تو وہاں پکھی میں اقلیت کا ایک دوست تھا۔ سکانام دریا بخش تھا۔ وہ ہمارے مسلمانوں میں بھی دریا بخش تھا۔ اور ان میں بھی تھا۔ تو وہ دریا بخش کا نام ناظمین صلوٰۃ میں آگیا۔ مشہور چیزیں ہیں، جو ہو جاتی ہیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب سرفراز احمد بگٹی: اسی طرح جو ہمارا ہمیتھہ کا سلیٹر ہے۔ یہ تمام چیزیں وہ اُس lack of

کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہیں۔ ہمیں بجائے اسکے کہ ہم past infrastructure پر تقدیم کریں۔ اب ہم ٹریشری پیپلز پر ہیں، ہم نے اپنا governments change mind-set بھی کرنा ہے۔ اب ہم نے ٹریشری والی باتیں کرنی ہیں ناں کے اپوزیشن والی۔ ہم سب کو یہ تہیہ کر لینا ہے کہ بنیادی طور پر ہم نے اپنے آپ کو درست کرنا ہے۔ اسکے بعد پھر ہم انکی درستگی کی گزارش ان سے کریں گے۔ اور پھر اس طرح یہ سلسلہ آگے چلے گا۔ جب تک یہ infrastructure ہم بحال نہیں کر پائیں گے تو تک بلوچستان کی صورت حال بہتر نہیں ہو سکتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں ”یہ political issue ہے“، میری سمجھ کے مطابق، میری ناقص رائے کے مطابق میں اسکو 90 فیصد administrative problem سمجھتا ہوں۔ یہ political issue سے زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ سب لوگ، تمام بلوچستان کو represent کر رہے ہیں۔ تمام حلقوں سے لوگ آئے ہیں۔ اور وہ کھمیت ان صاحب والی بات ہے کہ کھمی کے پھارٹنہیں ہیں۔ ان سب کے پیچھے قبائلی حیثیت ہے انکی۔ سب کی اپنی ایک سیاسی حیثیت ہے۔ تو پھر یہ tribal issue نہیں ہوا۔ لوگ سڑکوں پر کوئی agitation میں تو نہیں ہے۔ لہذا یہ ایک administrative problem ہے۔ ہمیں اسکو اس angel سے سوچنا چاہیے۔ ابھی ایجوکیشن اور ہمیات کے بعد میں law and order پر کچھ گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ law and order کے حوالے سے writ of the State، writ of the Government the Government وہ اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں بتاتے ہیں کہ گلبوں کا ایک لیویز والا ہوتا تھا۔ وہ کو بڑا ہوتا تھا۔ اور اسکی کوئی بڑی قبائلی حیثیت نہیں تھی۔ وہ ایک لیویز والا تین، تین بگٹی عمامہ دین کو لے کر سبی جرگے میں پیش کرتا تھا۔ ”کہ جناب! آپ اپنی، اپنی قوم کا جواب دیں۔ جن، جن لوگوں نے جو جبراں چوری کی ہیں اسکا حساب دے دیں۔“ وہ Writ of the State، Writ of the Government جو ہے، ہم نے اپنے اداروں کو demoralize کر کے ختم کیا ہے۔ ہم نے لیویز فورس کو demoralize کیا ہے۔ ہم نے انکو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ اسی طرح پولیس کو ہم نے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ اسی طرح ہمارا بقا یا جو ہماری Law Enforcement Agencies ہیں، ہم نے انکو بھی اس حد تک demoralize کر دیا ہے۔ Political Leadership کیا ہے۔ ہم نے انکو Judicial system کیا ہے۔ corrupt demoralize کیا ہے۔ Judicial system نے انکو demoralize کیا ہے۔ ہم نے انکو Bureaucrates demoralize کیا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں بڑی توجہ کے منتظر ہیں۔ جب تک ہم ان چیزوں پر توجہ نہیں دینے گے، تب تک یہ چیزیں بہتر نہیں ہو سکتی ہیں۔ اسکے بعد A-area اور

B-area کا جو ایک division ہے بلوجستان میں۔ جو کہیں اور نہیں ہے۔ یہ بھی ایک debateable positive debate issue ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس پر Floor of the House میں ایک ہوئی چاہیے۔ ایک objective debate ہوئی چاہیے۔ تاکہ اس مسئلے پر بھی ہم، چند لوگوں کا خیال ہے کہ پورے بلوجستان کو A-area میں convert کر دیں۔ یا سارے کو B-area میں کر دیں۔ اسکی مثال کہیں نہیں ملتی ہے کہ آدھے ہم A-area میں ہیں آدھے B-area میں۔ جو A-area والے ہیں، انکا B-area میں influence نہیں ہے۔ وہ آکر ادھر بندہ قتل کرتے ہیں۔ اور ادھر چلے جاتے ہیں، اللہ اللہ خیر صلاح، وہ آزاد ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی B-area والا آکر A-area میں مار کر چلا جاتا ہے۔ تو A-area والوں کی جو پولیس ہے ہماری، انکو knowledge area of responsibility ہی نہیں ہے۔ انکی area of influence کیونکہ وہ انکا law and order situation کو tackle کر سکتی ہے۔ تو وہ کس طرح اس issue کو tackle کر سکتی ہے۔ پھر جو سب سے important چیز ہے۔ جس پر ساری دنیا آگے جا رہی ہے۔ وہ level technology ہے۔ ہمیں اپنے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی اور لیویز ڈیپارٹمنٹ کی باقاعدہ ٹریننگ اس level پر کرنی چاہیے۔ اگر international level پر نہیں تو کم از کم national level پر ضرور کرنی چاہیے۔ اگر اسلام آباد میں پولیس ٹریننگ سینٹر ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کوئی میں ایک لیویز ٹریننگ سینٹر ہونا چاہیے۔ ایک لیویز ٹریننگ اسکول ہونا چاہیے۔ اسی طرح پولیس ٹریننگ اسکول تو already ہے۔ انکو اور ہمیں funding کرنی چاہیے۔ انکو اور جدید خطوط پر استوار کرنا چاہیے۔ اور انکی hearing devices ہیں یا باقی جو technology ہے انکو technically strengthen ہم نے اتنا کرنا ہے تاکہ وہ Law جو Criminal crime strengthen ہے وہ ہر لحاظ سے۔ اور جو ہماری Enforcement Agencies ہیں، وہ ہر لحاظ سے demoralize ہوتی جا رہی ہیں۔ الہاما میں زیادہ کیونکہ ایک تو بھی بہت ہو گیا ہے۔ اور تمام لوگ تھکے ہوئے بھی ہیں۔ ان چند الفاظ کے ساتھ میں آپکا بے حد شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ Thank you very much.

جناب اپسیکر: thank you، بہت ہماری بانی۔ جی رضا پرستی صاحب!

سردار رضا محمد بڑھی: thank you جناب اپسیکر! میرے خیال میں میری باری آخر میں آئی ہے۔ کافی لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہ شاید چلے گئے ہیں۔ سب سے پہلی بات میں آپ لوگوں کا شکر یہ ادا کرتا ہوں

کہ آپ لوگوں نے ایک ایسا بجٹ پیش کیا، جو نسبتاً بہت ہی ایک بہتر بجٹ ہے۔ 14-2013ء کا بجٹ اگر ہم اسکی comparison پچھلے سال کے بجٹ سے کریں تو نسبتاً ہم ایک فرق محسوس کرتے ہیں۔ اور فرق یہ ہے کہ اسیں نسبتاً ہم لوگوں نے development کے کام کیلئے پیسے زیادہ مختص کیئے ہیں۔ کوئی بھی بجٹ کسی بھی حوالے سے بہتر نہیں ہو سکتا ہے اگر اسیں development portion کے portion سے کم ہو۔ ہم کبھی بھی اسکو appreciate non-development budget کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک مجبوری ہے کہ ہم بلوچستان میں جو بھی بجٹ پیش کرتے ہیں۔ جناب اپنیکر! یہ non-development side پر زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کے side development کا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس حوالے سے اس بجٹ کو ہم کسی حد تک تو بہتر کہہ سکتے ہیں لیکن اس حوالے سے بہتر نہیں کہہ سکتے ہیں اسکے appreciate non-development budget کو ہم کہہ سکتے ہیں۔ اور ہر وقت اسکو appreciate کرتے رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب بھی بجٹ پیش ہوتا ہے، ہم اس بجٹ میں بہت ساری چیزیں رکھتے ہیں۔ اور اسکا بعد میں جب سال کا آخر ہوتا ہے تو اس کام کے حوالے سے ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے ہیں کہ ہم نے یہ پیسے کہاں خرچ کیئے اور کس طرح یہ خرچ ہوئے ہیں۔ اسکی افادیت کیا ہو گئی ہے؟ وزیر اعلیٰ صاحب نے پیش کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم تمام مسائل کے باوجود ایک ملخصانہ کوشش کر رہے ہیں۔ یہ واقعی ایک ملخصانہ بجٹ ہے۔ اور ایک اچھی کوشش ہے جو ہم لوگوں نے کی۔ کچھ ممبران نے یہ کہا کہ یہ بجٹ، مگر بجٹ نہیں ہے، یہ عوامی بجٹ ہے۔ ہم اسکو عوامی بجٹ اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ اسیں عوام کا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شاید عوام اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ کچھ ممبران نے کہا کہ یہ مکمل طبقہ بجٹ ہے اور اسیں block-allocation ہوتی ہے۔ جن کے جوابات میرے خیال میں سارے معزز ممبران صاحبان نے دے دیئے۔ تو اس حوالے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت ساری چیزیں جو حل طلب تھیں اور جس پر توجہ دینی چاہیے تھی اسیں توجہ دی گئی ہے اور اسیں کافی فرق پڑا ہے۔ جی! پہلی بات تو ہم یہ کہتے ہیں کہ تعلیم کے حوالے سے تقریباً 23% بجٹ بڑھا کر، ایک اچھا قدم اٹھایا گیا ہے۔ اسلئے کہ بلوچستان کی ترقی کا راز ہی اسی میں ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہونا گا کہ نہ صرف بلوچستان کی ترقی کا راز اسیں ہے کہ ہم education کی طرف توجہ دیں بلکہ سارے پاکستان میں بھی education کی طرف توجہ دینا ایک ضروری امر ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے اور ہم کوشش یہ کریں گے کہ ہم اسکولوں کی حالت کو بہتر بنائیں۔ جیسے کہ بگٹی صاحب نے کہا بلوچستان میں بہت سارے اسکول ہیں infrastructure ہمارے اسکولوں کا موجود ہے۔ لیکن اس کے ہونے کے باوجود بھی ہم لوگ اسکول

کے system کو بہتر نہیں بنائے ہیں۔ ہم اسکولوں میں وہ system لائیں جسمیں جس میں جسمیں جسمیں بچوں کا داخلہ ضروری سمجھا جائے۔ ہم اسکولوں میں وہ system لاٹیں جہاں ہم اساتذہ کو اسکولوں میں جانے کا پابند بنائیں۔ اور جب بچے اسکولوں سے باہر نکلیں، ہم اُنکے drop-out کو دیکھیں۔ آج تک ہم لوگوں نے شاید اس طرف توجہ نہیں دی ہے۔ اگر ہم صرف اس ایک بات پر توجہ دیں کہ ہمارے بچے اسکولوں میں داخل ہوں۔ ہمارے بچوں کو incentives ملیں۔ ہماری بچیوں کو اُس سے زیادہ incentives ملیں۔ تو ہم شاید بچوں کو اسکولوں کی طرف راغب کر سکیں۔ اُنکے والدین کو ہم راغب کر سکیں کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو اسکول بھیجنے۔ ایک اچھی روایت ہم لوگوں نے شاید ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ ہم بچوں کو سکالر شپ دینگے۔ اور یہ ایک ایسا قدم ہے جس کو ہم اگر اٹھائیں تو شاید ہمارے بچوں کی تعداد اسکولوں میں زیادہ ہوں۔ ہم compulsory education صرف اور صرف اُس وقت کامیاب کر سکتے ہیں کہ ہم بچوں کو incentives دیں۔ اسلئے کہ ہمارے دور دراز کے بچے مختلف اسکولوں میں ہیں۔ اُنکی مشکلات، اُنکے والدین کی مشکلات، اُنکی مالی مشکلات اتنی زیادہ ہیں کہ اگر ہم اُنکو incentives دیں۔ تب جا کر ان بچوں میں drop-out کی position نسبتاً کم ہو جائیگی۔ دوسرا بات جو ہم نے کرنی ہے، وہ ہے ٹیچروں کو ٹریننگ دینے کے حوالے سے۔ آج ہمارے ٹیچروں کو ٹریننگ دینے کا سلسلہ شاید اتنا بہتر نہیں ہے، جتنا ہونا چاہیے۔ یہ صحیح بات ہے کہ ہمارے اسکولوں میں ٹیچر ہیں لیکن وہ دبئی میں بیٹھ کر اپنے عوضیوں سے اسکولوں میں پڑھائیاں کرتے ہیں۔ یہ صحیح بات ہے بلکہ صاحب کی کہ ہمارے اسکول بیٹھ کر بننے ہوئے ہیں۔ بچیوں کے اسکولوں کے متعلق تو آج تک ہم نے دیکھا ہے نہ سوچا ہے۔ اور یہ وہ investments ہیں جن پر ہم لوگوں نے توجہ دیتی ہے۔ ایوب خان، وہ ایک Dictator تھا۔ اس کے زمانے میں اگر ہم ایک چیز کو follow کرتے جو French Investors نے یہاں بات کی، اُنکی اقتصادی ماہرین نے یہاں بلوجستان کے یا پاکستان کے حوالے سے بات کی۔ انہوں نے کہا ”کہ اگر آپ لوگوں نے پاکستان میں invest کرنا ہے تو education sector کے invest میں sector کرنا ہے۔“ بدقتی ہماری یہ رہی کہ ہم لوگوں نے اُس وقت ان French Economists کی بات نہیں مانی۔ اور ہم نے پاکستان میں invest کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ کہ آج ہم وہاں کھڑے ہیں شاید بہت سارے ممالک ہم سے بہت ہی آگے ہیں۔ ہم اور انڈیا ایک ساتھ آزاد ہوئے۔ اُنکی literacy-rate، ہم ایران کے ساتھ ہمسایہ ہیں، اُسکی literacy-rate ہمارے برابر تھی یا کم تھی۔ لیکن آج انڈیا کی

هم سے زیادہ ہے۔ آج ایران کی literacy-rate ہم سے زیادہ ہے۔ اور سر لگا اور دوسرے ممالک جو ہمارے adjacent ہیں، انکی literacy-rate ہم سے زیادہ ہے۔ آج انکی ترقی کا راز صرف اسیں نہیں ہے کہ وہ جمہوریت کے کام پر عمل پیرا ہیں۔ انکی ترقی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے education کو اپنا اولین فرض سمجھا۔ ہم نے literacy پر کام کرنا ہے۔ ہم نے education کی طرف ایک جنگی بنیادوں پر اپنا ایک پروگرام بنانا ہے۔ اس کیلئے ایک ایسا master-plan بنانا ہے کہ ہمیں اگلے چھ مہینوں میں کیا کام کرنا ہے۔ اگلے ایک سال میں کیا کام کرنا ہے اور اگلے پانچ سالوں میں ہم نے کیا targets achieve کرنی ہیں۔ ہم اگر اس پر strategically چلیں گے، ایک plan کی طرف چلیں گے۔ ہم ایک master-plan بنائیں گے، تو شاید ہم بلوچستان میں اگلے پانچ سالوں میں ایک نیا تعلیم یافتہ بلوچستان بنائیں۔ ہم اس چیز کی بنیاد رکھ سکیں گے جس پر بلوچستان ترقی کر سکے گا یہ صوبہ ترقی کر سکے گا۔ دوسری طرف ہمارے law and order کی situation ہے۔ جناب اپیکر! میرے خیال میں بہت ساری باتیں ہوئی ہیں لیکن اب بھی تشنگی ہے۔ میرے خیال میں کچھ law and order کے حوالے سے، تو بلوچستان میں ہم نے ایک بہت ہی crush-programme بنانا ہے۔ وہ وجوہات ڈھونڈنی ہیں جو ہمارے بلوچستان کے لئے law and order کا مسئلہ بننے جا رہی ہیں۔ ہم نے بلوچستان میں اور خاص کر کوئی میں ایک چیز دیکھنی ہے کہ law and order کے حوالے سے کیا کیا چیزیں ہم کر سکتے ہیں اور کیا کیا چیزیں ہم نے کرنی ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ ہمارا کوئی شہر کا ہے۔ کوئی شہر میں پانی کا مسئلہ ہے لیکن law and order situation ہر جگہ ہے ہم جہاں بھی گئے ہیں تو وہاں law and order کے حوالے سے بات سُننی پڑی ہے۔ انواع برائے توان کے واقعات ہیں بھتہ خوری کے واقعات ہیں target killings کے واقعات ہیں۔ نسل کشی کے واقعات ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہو رہا ہے اور ہم یہاں کوئی شہر کے اندر بیٹھ کر ہماری انتظامیہ بھی اسکو دیکھ رہی ہے اور ہم بھی اسکو دیکھ رہے ہیں ہمارے political leader صاحبان بھی اسکو دیکھ رہے ہیں۔ ہم شاید اسیمیں fail ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم نے ایک بہت بڑا step اٹھانا ہے اور اس situation کو ہم نے ٹھیک کرنا ہے۔ پانی کے حوالے سے یہاں مسائل ہیں۔ جہاں بھی ہم گئے ہیں، پانی کا مسئلہ اولین بات ہوتی رہی ہے، ہر بجٹ میں۔ اور پانی کے ساتھ ساتھ ایک دوسری بات بھی ہوئی ہے کہ drainage کا مسئلہ flood-water کا مسئلہ بھی یہاں بتا جا رہا ہے۔ سڑکیں خراب ہیں۔ انواع کی واردات، یہاں بہت سارے

لوگوں نے بات کی ہے لیکن میں پھر بات کرتا ہوں۔ ایک ایسی ناؤمیدی کی صورتحال پیدا ہوئی ہے کہ ہم اس میں زندگی بس رکرتے ہوئے ہمارے بچے یہاں کے عوام ایک complex میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ گھر سے نکلتے ہیں تو گھر کے تمام لوگ پریشان رہتے ہیں۔ ہم پریشان رہتے ہیں جب ہمارے بچے باہر نکلتے ہیں۔ جناب اپنے! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کیلئے ایک علیحدہ سینگ ہونی چاہیے، Floor پر ہم بیٹھ کر صرف اسی ایک subject پر بات کریں، Thank you very much! جناب اپنے!

جناب اپنے! شکریہ۔ رضا بڑج صاحب! تھوڑی معلومات House کو دیتا جاؤں۔ اور میں قائد ایوان، نواب نشاء اللہ صاحب اور حیم زیارت وال صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ جب اسلام آباد جائیں اس مسئلے کو آپ نے اپنے صوبے کے لوگوں کے مفاد کیلئے take-up کریں۔ معلومات یہ ہیں کہ گاڑیوں کے سلسلے میں، 51 ہزار سے زیادہ گاڑیاں سارے پاکستان میں انہوں نے ڈیوٹی ٹیکس دیا، رجسٹرڈ ہوئیں۔ 16 ارب روپے سے زیادہ ٹیکس جمع ہوا۔ 17 ہزار سے زیادہ گاڑیاں آپکی کوئی میں رجسٹرڈ ہوئیں۔ ڈیوٹی ٹیکس انہوں نے دیا۔ اور ان میں بہت بڑی تعداد ان گاڑیوں کی ہے جو 10 سال سے زیادہ پرانی ہیں۔ تو یہ معلومات اسلئے دے رہا ہوں کہ جناب! آپ یہ take-up کریں۔ اور میں نے سرکاری اہلکار سے پوچھا ہے بیچارے وہ وہاں سے indecisive ہوتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اگر یہ نوبت آتی ہے، تو وہ ہم، صوبائی اسمبلی بلوچستان خود فریق بنے گی۔ ہم appeal کریں گے اپنے لوگوں کیلئے۔ اور اسمیں میں تعاون کا طلبگار رہوں گا Leader of the Opposition House اور point سے۔ ساڑھے پانچ ارب روپے کوئی کے point پر جمع ہوئے۔ جسمیں سندھ سے بھی لوگ آ کر یہاں کراگئے ہیں۔ لیکن ساڑھے پانچ ارب روپے آپکا کوئی point پر جمع ہوئے ہیں اور اس سے زیادہ۔ سولہ ارب میں سے ساڑھے پانچ ارب آپکے کوئی کے ہیں۔ تو یہ میری گزارش ہے کہ انکو آپ کریں۔ مشکل سے ہم گاڑیاں لیتے ہیں، پرانی۔ لیکن ضبط پرانی گاڑیاں ہی ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے علاقے، country-side میں یہ پرانی گاڑیاں ہی چلتی ہیں بڑی انجمن پاوروالے۔ بہت

The House is adjourned to meet again Insha-Allah at

11:00 a.m, on Wednesday, the 26th of June, 2013.

جی۔ Thank you very much.

(اسمبلی کا اجلاس شام 5 بجکر 25 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

ختتم شُكْرِيَّا